تصویر کربلا
کتب خانہ وقف منصبیہ میرٹھ

تصویر کربلا

المُوسُوم بہٖ

گلزار جنت

اس زمانے میں ایک ایسے مفصّل اور شرح رسالے کی حیز طبع میں آنیکی نہایت سخت ضرورت محسوس کیجارہی تھی جو کربلائے معلیٰ کے تاریخی واقعات کا آئینہ ہو۔ چنانچہ اکثر حضرات نے اپنے اپنے مذاق کے موافق فارسی واردو میں سفرنامے تو متعدد لکھے جنکے مطالعہ سے صرف اسقدر فائدہ ہوا کہ زواروں کو اپنے سفر میں سہولت پیدا کرنیکی غرض سے ہدایتیں مل گئیں لیکن ایسے سالہ کی تالیف کیطرف کسی کی توجہ مبذول نہوئی جس سے کربلا کے تاریخی اور جغرافی حالات کا پتہ لگ سکے۔ چنانچہ اس نہایت اہم ضرورت کو عالیجناب فخر الحاج والزائرین مولوی سید آل محمد صاحب امروہوی نے باحسن وجوہ اختتام کو پہنچایا۔ اور واقعاتِ کربلا میں تاریخی لحاظ سے اس کتاب کو باوجود احتیاج بسط اس بنیظیر طریقہ سے مختصر کر کے دکھلادیا۔ کہ بیساختہ زبان سے نکلتا ہے کہ دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے،

سنہ ۱۳۳۸ھ

بمطبع اثنا عشری دہلی طبع شد

بار دوم | تعداد جلد ۵۰۰ | قیمت ۷/

وتحت قبتہ استجابتہ الدعاء

الحمد للہ والمنتہ کہ درایں ایام حزن الیتام کتاب متضمن بواقعات ارض نینوا یعنی

تصویر کربلا

الموسوم بہ

گلزار جنت

۱۳۳۷ھ

۱۹۱۹ء

من تالیفات عالیجناب قدوۃ الابرار زبدۃ الاخیار مولانا حاجی سید آل محمد مدظلہ الصمد

در مطبع اثنا عشری دہلی طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی عظم اجورنا بمصاب سید الشہداء وحض فی تربتہ الشفاء وتحت قبتہ استجابۃ الدعاء والصلوٰۃ علی سید الانبیاء الذی رأتہ ام سلمۃ فی المنام محزوناً باکیاً مغبر القتل سبطہ الحسین الممنوع من الماء العطشان الذبیح فی الرمضاء اذ کانت عترتہ فی النینوا رھینۃ فی انواع المصائب الضراء وانواع المحن والبأساء مصروفۃ فی البکاء لکثرۃ التعب وشدۃ العنا سیما سبطہ الاصغر المقتول بارض کربلاء المذبوح بایدی الاشقیاء الذی بکت علیہ الوحوش فی الصحراء والبحار بالامواج والطیور فی الھواء فیالھا من مصیبۃ اقیم لاجلھا الماتم والعزاء فی سکان الارض وفوق السماء **اما بعد** بندۂ ناچیز احقر طلبا امیدوار رحمت رب مشرقین اضعف الحاج والزائرین **سید آل محمد** ابن سلالۃ المومنین البری عن کل شین اشرف الزائرین جناب حاجی سید اصغر حسین نقوی متوطن بلدۂ طیبہ امروہہ ضلع مرادآباد خدمات شریفہ میں برادران مومنین و شیعیان امام المتقین کی عرض پرداز ہے کہ جب میں ۱۲۹۷ھ میں ہمراہی اپنے والد ماجد طاب ثراہ کی زیارت سے عتبات عالیات اور مشاہد مقدسات کے ملک عراق عرب میں مشرف ہوا۔ اسوقت سے اس ذرۂ بے مقدار کے ذہن میں یہ امر تھا کہ ایک مختصر رسالہ جو تاریخی حالات پر کربلائے معلٰے کے محتوی اور مشتمل ہو تحریر کروں۔ مگر بسبب تالیف چند رسائل کے جو کہ ناتمام تھے اور بالتخصیص بسبب تالیف تاریخ علمائے کرام ومجتہدین عظام مذہب امامیہ اثنا عشریہ جس کا سبحۃ الجواہر نام ہے اس کے لکھنے کی نوبت نہ آئی۔ بالآخر اکثر برادران ایمانی اور خلان روحانی کے اصرار سے مینے اس رسالہ کا لکھنا شروع کیا جو میری قسمت کی خوبی نے پھر زور کیا۔ کہ بتاریخ ۱۹ شوال ۱۳۲۴ھ کو یہ فقیر مستہام معہ اپنے اہل وعیال کے واسطے زیارات کے ملک عراق عرب کو چلا گیا۔ وہاں جاکر اکثر حالات بر سر موقع تحقیق کئے اور وہاں کتابوں سے بھی ڈھونڈ کر نکالے۔ جب ماخذ ومواد مناسب طور پر جمع ہوگیا اسوقت اس مختصر

رسالہ کی تکمیل کی طرف رجوع کیا۔ اور اختتام کو پہنچایا اور اس رسالہ کا نام **تصویر کربلا** رکھا ناظرین نیک آئین سے یہ امید ہے کہ اس عبد اور بندۂ ذلیل کو اعقاب صلوٰۃ میں بدعائے خیر یاد فرمائیں اور خطا کی اصلاح میں کوشش کریں۔ اور الانسان مرکب من الخطاء والنسیان کو ملحوظ خاطر رکھیں والآن نشرع المقصود بعون اللہ الودود والصلوٰۃ علیٰ رسولہ المحمود وآلہ اہل الکرم والجود وباللہ التوفیق وھو نعم المعبود۔

باب اوّل

اور اس میں چند فصلیں ہیں **فصل اول** جغرافیہ میں زمین کربلا کی۔ پوشیدہ نہ رہے کہ عراق عرب ایک حصہ زمین کا ہے قاموس میں ہے والعراق ککتاب موضع من عبادان الی موصل طولاً ومن القادسیۃ الی حلوان عرضاً یعنی عراق بروزن کتاب ہے اور ایک جگہ ہے جس کا طول عبادان سے موصل تک ہے۔ اور قادسیہ سے حلوان تک عرض ہے اور وجہ تسمیہ عراق کی یہ لکھی ہے۔ چونکہ یہ جگہ کنارۂ دجلہ وفرات واقع ہوئی ہے۔ اس وجہ سے اسکو عراق کہتے ہیں۔ اور سواد عراق سے یہ عراق جدا جگہ ہے۔ سواد عراق طول میں حدیثۃ الموصل سے عبادان تک ہے۔ اور عرض میں عذیب سے حلوان تک ہے۔ اور صاحب مجمع البحرین نے لکھا ہے کہ سواد عراق ایک قریہ ہے۔ اور کہا ہے فالسواد الذی ھو رستاق فتحصلھا فی السنۃ الحادی عشرۃ فی خلافۃ ابی بکر علی ید خالد بن الولید ذکرہ الطبری فی تاریخہ یعنی سواد عراق وہ ایک گاؤں ہے ۱۱ھ ہجری میں اسکو خلافۃ ابو بکر میں خالد ابن ولید نے فتح کیا ہے اسکو طبری نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔ اور سواد عراق مشترک دو مقام پر بولا جاتا ہے اول یہ کہ سواد عراق ایک قریہ ہے۔ جیسا کہ قاموس میں ہے ھی قریۃ من القری دوسرے خاص ایک زمین کے حصہ کا نام ہے۔ جیسا کہ مجمع البحرین میں ہے ارض طولھا من حدیثۃ الموصل الی عبادان وعرضہ من العذیب الی حلوان یعنی سواد عراق ایک حصہ زمین کا ہے طول اس کا حدیثۃ الموصل سے عبادان تک ہے۔ اور عرض اس کا عذیب سے حلوان تک منتہی ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ عراق اور چیز ہے۔ اور سواد عراق دوسری جگہ ہے۔ جبکہ یہ امر منکشف ہوگیا تو کہا جاتا

ہے کہ ارض کربلا ملک عراق عرب میں جو سواد عراق سے جدا ہے۔ اور درمیان میں غاضریہ اور نینوا اور عقر اور شفیہ کے ہے۔ غاضریہ کے واسطے قمقام میں ہے۔ بالعین المعجمۃ وبعد الالف ضاد معجمۃ ثم راء منسوبۃ الی غاضرہ من بنی اسد وھی قریۃ من نواحی الکوفۃ قریبۃ من کربلا یعنی اوّل اس کے عین ہے معجمہ اور بعد الف کے ضاد ہے اور بعد ضاد کے حرف را ہے منسوب ہے طرف غاضرہ کی بنی اسد سے اور یہ جگہ قریہ ہے نواح کوفہ میں قریب کربلا کے اور نینویٰ کے واسطے لکھا ہے۔ بکسر اولہ وسکون ثانیہ وفتح النون والواو بوزن طیطوی وھی قریۃ یونس بن متی بالموصل وبسواد الکوفۃ ناحیۃ یقال نینوی منہا کربلاء التی قتل بہا الحسین علیہ السّلام یعنی نینوی بکسر اوّل وسکون حرف ثانی وفتح حرف نون و واؤ بروزن طیطوی ہے اور یہ جگہ قریہ ہے موصل میں یونس بن متی کا اور سواد و ناحیۂ کوفہ میں اسکو نینوی کہتے ہیں منجملہ اس کے کربلا ہے جس مقام پر جناب امام حسین علیہ السلام قتل ہوئے ہیں۔ اور شفیہ کیواسطے لکھا ہے بفتح اولہ وکسر ثانیہ منسوب الی الشفاء یعنی شفیہ بفتح اول وکسر ثانی ہے اور منسوب ہے طرف شفا کی۔ اور عقر کے واسطے اسی کتاب میں ہے عقر بابل بفتح العین وسکون القاف ثم راء قریب کربلاء من الکوفۃ یعنی عقر بابل بفتح عین و سکون قاف ہے بعد اس کے حرف را ہے یہ مقام قریب کربلا اور کوفہ کے ہے۔ اور کربلا کے واسطے اسی کتاب میں ہے کربلاء بالمدّ وھو الموضع الذی قتل فیہ الحسین بن علی علیہما السّلام فی طرف البریہ عند الکوفۃ وقد روی الحسین علیہ السّلام لما انتھی الی ھذہ الارض قال لبعض اصحابہ ما تسمی ھٰذہ القریۃ واشار الی العقر فقال لہ اسمہ العقر فقال الحسین نعوذ باللہ من العقر ثم قال فما اسم ھٰذہ الارض التی نحن فیہا قالو کربلا فقال ارض کرب و بلا یعنی کربلا کے ساتھ ہے اور یہ کربلا وہ جگہ ہے کہ جس مقام پر حسین بن علی علیہما السلام شہید ہوئے ہیں اور یہ مقام نزدیک کوفہ کے واقع ہوا ہے۔ روایت میں ہے کہ جسوقت میں امام حسین علیہ السلام اس زمین حزن آگین پر وارد ہوئے تو اپنے بعض اصحاب سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ اس مقام کا کیا نام ہے اور طرف عقر کی اشارہ کیا۔ جواب میں لوگوں نے عرض کی۔ اس قریہ کا عقر نام ہے جناب امام حسین نے فرمایا کہ میں اللہ سے عقر سے پناہ مانگتا ہوں۔ پھر حضرت نے دریافت کیا کہ جس زمین پر

ہم کھڑے ہیں۔ اس کا کیا نام ہے۔ لوگوں نے کہا کربلا حضرت نے فرمایا کہ یہ کرب و بلا کی زمین ہے
کربلا بغداد سے اونسٹھ میل ہے اور کوفہ سے تینتیس میل ہے اور درمیان بغداد و کوفہ واقع ہے
میں نے سنہ ۱۲۹۸ھ میں جو ہمراہی میں اپنے والد کے کربلائے معلےٰ کی زیارت سے مشرف ہوا تھا
تو وہاں کے قاترچیوں سے جو خچر اور گدھوں پر زائروں کو کرایہ لیکر لے جاتے تھے دریافت کیا
تھا تو انہوں نے مجھ سے یہی مقدار مسافت کی بیان کی تھی۔ وہ قاترچی تین منزل کر کے کربلا کو
بغداد سے اس طرح جاتے تھے کہ بغداد سے محمودیہ اور یہاں مسیب جہاں طفلان مسلم کا روضہ ہے
اور یہاں سے دریائے فرات اُتر کر بمقام کربلا پہنچتے تھے۔ اور کربلا سے نجف اشرف اس طرح جاتے
تھے۔ کہ کربلا سے بمقام شور اور وہاں سے نجف اشرف اور راہ میں ایک مقام مصلاّ ہے اسکی
آبادی پڑتی تھی۔ اور ایک نخیلہ کی آبادی ہے جو کربلا سے تین فرسخ نکل کر ملتی ہے اور نخیلہ
وہ مقام ہے کہ ابن زیاد بعد روانہ کرنے فوج کے طرف کربلا کی آپ نخیلہ آگیا تھا اور کوفہ نجف
اشرف سے چار میل ہے۔ اور اب جو کاتب الحروف سنہ ۱۳۲۴ھ میں کربلا کی زیارت سے مشرف
ہوا تو گھوڑا گاڑی میں ایک روز میں بغداد و کاظمین سے کربلا میں پہنچا۔ اور نجف اشرف سے بھی
ایک روز میں گھوڑا گاڑی کی سواری میں واپس آیا اور بغداد کی مسافت ارضی طول میں ۸۰ انسی درجہ
اور عرض اڑتیس درجہ ہے اور مسافت کوفہ کی طول میں اناسی درجہ اور عرض میں اکتیس درجہ
ہے۔ اور طول معمورۂ ربع مسکون کا غرب کی انتہائی آبادی سے شرق کی انتہائی آبادی تک
۱۸۰ ایکسو اسّی درجہ ہے۔ اور خط استوا سے عرض جو جنوب کی آبادی کی انتہا ہے۔ یہانتک چھیاسٹھ
درجہ ہے۔ اور بطلیموس کے نزدیک غربی ساحل سے شرقی ساحل تک طول ایکسو ستر درجہ اور عرض
اُناسی درجہ ہے اور مسافت ارضی ہر درجہ کی ساڑھے چھیاسٹھ میل کی ہے۔ اس حساب سے
عرض و طول کربلا کا نکل سکتا ہے۔ اگر فرق ہو بھی تو اختلاف سے بطلیموس کی یا اور اختلافوں
سے ہوگا۔ اور یہ عرض و طول بلد حسب تحقیق صاحب غیاث اللغات ہے اور بحساب
انگریزی اور نقشہ مطبوعہ کے موافق جو انگریزی مدرسوں میں ہیں۔ عرض کوفہ بتیس درجہ
اور طول ½۴۴ درجہ ہے۔ اور بغداد کا ½۳۳ اور طول ½۴۴ ہے۔ اور کربلا کی
مسافت ارضی اس نقشہ کے موافق عرض میں ⅔۳۲ اور طول بلد ۴۴ درجہ ہے

اور اس زمین کربلا کو طف بھی کہتے ہیں۔ تمقام زخار میں طف کے واسطے لکھا ہے الطف بفتح الطاء المہملة وبعد طا فاء مشددۃ وھو فی اللغۃ ما اشرف من ارض العرب علی ریف العراق طف الفرات ای الشاطی والطف ارض من ناحیۃ الکوفۃ فی طریق البریۃ فیہا کان مقتل الحسین بن علیؑ وھی ارض بادیۃ قریب من الریف فیہا عدۃ عیون ماء جاریۃ منہا الصید آء والقطقطانہ والرھیمہ وعین جمل حاصل یہ ہے کہ طف بفتح طاء مہملہ ہے اور بعد طاء کے فا ہے اور وہ مشدد ہے اور طف لغت میں وہ چیز ہے کہ جو ایک حصّہ ہے عرب کی زمین کا عراق کی زمین سے اور طف فرات یعنی فرات کی ترائی ہے۔ اور طف منجملہ ناحیہ کوفہ کی زمین کی ہے۔ اس میں مقتل امام حسین علیہ السلام کا ہے اور یہ زمین جنگل کی ہے۔ قریب چراگاہ کی زمین کے اسمیں چند چشمے جاری ہیں۔ اور ازانجملہ صیداء اور قطقطانہ۔ اور رہیمہ اور عین جمل ہیں۔ **فی الحال** کربلا کی زمین آباد ہے اور بڑا شہر ہے مردم شماری یہاں کی قریب ایک لاکھ آدمیوں کے ہے۔ اور چار محلّوں پر منقسم ہے۔ باب الحُر۔ باب الخان یعنی باب بغداد باب النجف شہر لو اور ان چار محلوں کے حصے ہیں مثلاً باب الحُر کو باب السدر اور محلہ حُر کہتے ہیں۔ اور طاق نقیب کو خیمہ گاہ بھی کہتے ہیں اس لئے کہ خیمہ گاہ طاق نقیب کے محلہ میں ہے۔ اور تل زینبیّہ یہ بھی طاق نقیب کے محلّہ میں ہے اور حرم جناب ابوالفضل العباسؑ باب الخان یعنی باب بغداد میں ہے۔ اسیطرح محلہ قیس اور طاق زعفرانی ایک ایک حصّہ اور محلّوں کے ہیں۔ یہ تحقیق زبانی سید احمد خدام کی ہے۔ جو مینے ۱۳۲۴ھ میں بمقام کربلا کی ہے فی الحال کربلا میں دریائے فرات نہیں۔ فرات مسیّب میں ہے۔ البتہ کربلا میں اس کا شعبہ جسکو شارخ کہتے ہیں جاری ہے۔ اس کے پانی سے باغوں اور کھیتوں کی آبپاشی ہوتی ہے اور کھانے پینے کے بھی صرف میں لاتے ہیں۔ اور تمام نو کنوؤں کا پانی کھاری ہے اسکو دیگر صرف میں لاتے ہیں اور شہر کے گرد خرما اور پرتکال یعنی نارنج ترش اور زرد آلو اور انار اور انگور اور شہتوت اور سبزی کے باغات بکثرت ہیں۔ اکثر باغوں کے احاطے خام دیواروں کے بنے ہوئے ہیں۔ اور گیہوں اور جو بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ اکثر آبپاشی کے کھیتوں میں فی بگیہہ خام پانچ من پیدا ہوجاتا ہے کاتب الحروف نے باوقات مختلف دو سال یہاں غلہ کی پیداوار کو دیکھا ہے۔ دُنبے کا گوشت اور

مچھلی اور مُرغ اور اس کے انڈے بکثرت ملتے ہیں۔ گائے بھینس کا دودھ اور سرشیر یعنی ملائی بہت دستیاب ہوتی ہے۔ ڈبل روٹی تازہ اور کماچ جو بصورت بسکٹ کے ہوتا ہے اور کھانا پکا ہوا اور شہد بہت ملتا ہے۔ اور عنبر بو چاول نہایت خوشبودار ملتا ہے۔ ترکاری خرفہ کا ساگ اور چوّا جو بصورت آلو ہوتا ہے۔ اور کھیرا۔ ککڑی اور چقندر اور شلجم جو بالکل کھاری نہیں ہوتا اور باقلے کی پھلیاں اور ہرا دھنیا اور کاہو بہت ملتی ہے۔ بازار اکثر پٹے ہوئے ہیں جنگل پُرفضا اور سیراب ہے۔ یہاں کی مٹی کی یہ خاصیت ہے۔ کہ اگر کوئی برتن اس سے بنایا جاوے تو بعد پکانے کے سفید ہو جاتا ہے۔ اور یہی حال اینٹ کا ہے۔ لکھنؤ اور حیدرآباد کے آدمیوں اور اکثر ہندوستانیوں نے یہاں سکونت اختیار کر لی ہے۔ زبان یہاں کی اصلی بگڑی ہوئی عربی ہے اور فارسی بھی عام طور سے بولتے ہیں۔ اور اکثر اردو زبان میں بھی خصوصاً وہاں کے دوکاندار کلام کرتے ہیں۔ گھی میں چکنائی کم ہے بلکہ بدبو ہے ہر سے رکھنے سے جاتی رہتی ہے چرا ج بازار میں جو چوڑا چوک ہے۔ ہر روز عام طور کی چیزوں کا نیلام ہوا کرتا ہے۔ خرمے کے شیرے سے مٹھائی اچھی بنتی ہے۔ قنّاد یعنی حلوائی اچھے کاریگر ہیں۔ خرمے کے پتوں سے سبیہ یعنی ٹوکری اور قطمی یعنی پٹاری مضبوط اور اچھی بنتی ہے۔ عمدہ عمدہ ہتھیار اور پشمینہ کی بھی دوکانیں ہیں۔ صندوق اور صندوقچوں اور خراد کے کام کا جُدا بازار ہے۔ ایک خاص بازار میں تانبے کے برتن بکثرت فروخت ہوتے ہیں۔ کپڑے کی اور سُنار کی دوکانیں بھی بہت ہیں۔ اور سُنار کاریگر ہیں۔ روشنی کے واسطے موم اور چربی کی بتّیاں اور مٹی کا تیل بکثرت ملتا ہے۔ سچی چینی اور شیشہ کے برتن طلاکار عمدہ اور نہایت نفیس بقیمت مناسب ملتے ہیں۔ چائے نوشی اور قہوے کا بڑا دستور ہے اسباب چائے سماوار بستکان قند سفید بڑی کثرت سے دستیاب ہوتا ہے۔ جلانے کو پاچک یعنی اوپلے کم اور خرمہ کے پٹھے یا لکڑی شہتوت اور بیری کی ملتی ہے۔ مسافروں کے ٹھہرنے کو دیانت الدولہ ساکن لکھنؤ کی سرائے ہے اور دوسری سرائے آغائی صاحب لکھنؤی کی ہے باقی اور مکانوں پر بطور خود ٹھہرتے ہیں۔ اور کرایہ دیتے ہیں۔ اور خدام کے مکانوں پر بھی زوار بکثرت رہتے ہیں۔ سجدہ گاہ، تسبیح اور صُرّہ اور زیور خاک شفا در کفن خاک شفا سے لکھے ہوئے جن پر پورا قرآن یا بعض سورتیں اور دعائے عدیلہ لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ زوار خرید

کر کے بطور تبرک یہاں سے لے جاتے ہیں۔ اس سامان کی بھی بڑی بڑی دو کانیں ہیں عقیق فیروزہ عجمی زائر یہاں لا کر بکثرت بازار صحن مبارک میں روضہ کے بیچتے ہیں۔ جہر کن عمدہ عمدہ ہیں۔ اونیں بیش بہا قالینوں کی چند دوکانیں ہیں۔ شہر میں حمام مردانہ و زنانہ بہت ہیں چند دوکانیں کتاب فروشوں کی روضہ مبارک کے صحن اور گوشوں میں ہیں۔ جن پر کتب دینیہ وغیرہم بکثرت ملتی ہیں۔

فصل دوسری فضیلت میں کربلا کی۔ بسند معتبر امام بحق ناطق جناب جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بیس بیس گز گرد قبر مطہر جناب امام حسین علیہ السلام باغ ہے باغہائے بہشت سے۔ اور بسند معتبر مروی ہے کہ صفوان نے کہا کہ مجھ سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ جب تو برائے زیارت طرف قبر مطہر امام حسین علیہ السلام کے جاوے اور نہر پر پہنچے تو یہ دعا پڑھ اللھم انت خیر من وفدت الخ اور آب فرات سے غسل کرائے صفوان میرے باپ نے اپنے آبائے کرام سے مجھکو خبر دی ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرزند میرا حسین تشنۂ لب شط فرات کے کنارہ پر بعد میرے شہید ہوگا۔ پس جو کوئی آب فرات سے غسل کرکے اسکی زیارت کریگا گناہ گذشتہ اس کے دور ہوں گے ایسے کہ گویا وہ شخص اسیوقت اپنی ماں کے شکم سے پیدا ہوا ہے۔ اور اثنائے غسل میں کہے۔

بسم اللہ وباللہ اللھم اجعلہ نوراً وطوراً وحوزاً وشفاءً اور جسوقت کہ غسل سے فارغ ہو تو پاک کپڑے پہنے اور دو رکعت نماز مشرعہ سے باہر پڑھے۔ یہ وہ مکان ہے کہ خدا نے اس کی شان میں فرمایا ہے۔ وفی الارض قطع متجاورات وجنات من اعناب وزرع ونخیل صنوان وغیر صنوان یسقی بماء واحد ونفضل بعضھا علیٰ بعض فی الاکل خلاصہ زمین کے ٹکڑے ملے ہوئے ہیں اور اسمیں باغ ہیں بہت سے انگور کے اور کھیتیاں اور چھوارے ایک جڑ سے اُگے ہوئے اور جدا جدا جڑوں کے اور ہم نے ایک کو دوسرے پر خوشبو اور رنگ اور مزے میں زیادتی دی ہے۔ جو کھانے سے معلوم ہوتی ہے۔ باوجودیکہ ایک پانی سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور پھر فرق رکھتے ہیں۔ اور یہ کمال قدرت صانع مختار ہے اور بسند تین سند حضرت سید الساجدین جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ حق تعالےٰ نے

چوبیس ہزار سال پہلے اس سے کہ کعبہ کو حرم گردانے زمین کربلا کو حرم صاحب امنیت اور برکت کا گردانا ہے۔ جسوقت کہ حق تعالٰے ابتدائے قیامت سے زمین میں زلزلہ پیدا کرے گا تو اس سے پہلے زمین کربلا کو اٹھائے گا۔ اسوقت وہ صاف اور نورانی ہوگی۔ اور اس زمین کو باغ بہشت سے قرار دیگا۔ اور انبیاء اور پیغمبروں کو اس میں رکھے گا۔ اور یہ زمین کربلا ایسی روشنی دیگی۔ جس طرح بڑے ستارے چھوٹے ستاروں میں روشنی ڈالتے ہیں۔ اور زمین کربلا کا نور لوگوں کی آنکھوں کو خیرہ کردے گا۔ اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ غاضریہ یعنی کربلا ایسا بقعہ یعنی ایسا زمین کا ٹکڑہ ہے کہ اس میں خدائے عزّ وجل نے حضرت موسٰی علیہ السلام سے کلام کیا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام سے مناجات کی۔ اور یہ زمین خدا کے نزدیک اور زمینوں سے بہت گرامی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خداوند تعالٰے اپنے کلام کو دوستوں اور پیغمبروں اور انکی اولاد کے سپرد نہ کرتا۔ اے لوگو ضرور ہے کہ اس زمین میں ہماری زیارت کرو اور جناب سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ جناب زینب خاتون میری پھوپھی نے ام ایمن کے واسطے سے حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد طولانی حدیث میں جسکی اطلاع خدا نے معرفت جبرئیل علیہ السلام کے دی تھی بیان فرمایا کہ فرزند رسول حسینؑ مظلوم معہ اپنے بعض بیکان امت کے زمین کربلا پر کنارۂ نہر فرات شہید ہوگا۔ اور بسبب اس کے کرب اور بلا دشمنوں پر رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور انکی اولاد کے زیادہ ہوگا۔ اور اس کرب و شدت کی انتہا نہ ہوگی۔ اور اس روز کی شدت لا انتہا ہوگی۔ اور وہ زمین تمام زمین کے ٹکڑوں اور حصوں میں سب سے زیادہ پاکیزہ اور سب سے زیادہ حرمت والی ہے اور بہشت کی زمینوں میں سے ہے۔ اور سب سے بڑھکر ہے اور حدیث معتبر میں جناب صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ زمین کے حصوں نے ایکدوسرے پر فخر کیا اور کعبہ کی زمین نے زمین کربلا پر فخر کیا خدا نے اسکی طرف وحی کی کہ خاموش ہوجا اور فخر نہ کر اسلئے کہ زمین کربلا زمین کے ٹکڑوں اور حصوں میں مبارک حصّہ ہے کہ مینے اس میں موسٰی سے کلام کیا اس طرح کہ درخت سے آواز پیدا کی اور زمین کربلا ربوہ ہے کہ مریم اور عیسٰی مسیح کو اسجگہ مینے جگہ دی اور آیۂ کریمہ واودینا ھما الی ربوۃ ذات قرار ومعین میں ربوہ سے کربلا مراد ہے اور معین سے فرات جیسا کہ

اس حدیث اور دیگر احادیث میں آیا ہے جو آئندہ مذکور ہونگی اور بہت سی احادیث اس کی فضیلت کی علامہ مجلسی ثانی کی تحفۃ الزائر میں منقول ہیں۔

فصل تیسری

آب فرات کی فضیلت میں روایت معتبر میں آیا ہے کہ سلیمان عجلی نے کہا کہ مجھ سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے اور فرات کے درمیان میں اس قدر فاصلہ ہوتا جسقدر تمہارے اور فرات کے درمیان میں ہے تو میں اسبات کو دوست رکھتا کہ ہر صبح و شام اس پر جاتا۔ اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ خدا ہر رات ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے کہ تین مثقال مُشک بہشت کے مُشک سے نہر فرات میں ڈالتے ہیں اور کوئی نہر مشرق اور مغرب میں اس سے بہتر نہیں۔ اسکی برکت سب سے زیادہ ہے اور جناب سید الوصیین حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرات ہر پانی سے بہتر ہے اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خداوند تعالےٰ نے شاطی الواد الایمن جو فرمایا ہے وہ نہر فرات ہے اور بسند معتبر جناب یحییٰ بن عبد اللہ سے روایت ہے۔ یہ راوی کہتا ہے کہ میں حیرہ میں جناب حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا ایکدن وہاں حضرت سوار ہوئے اور میں بھی سوار ہُوا۔ یکایک ہم ایک قریہ کے پاس پہنچے۔ وہ قریہ ناصرہ کے قریب ہے اور شط فرات کے پاس آئے ان حضرت نے اُتُنت اُتُنت فرمایا اور سواری سے اُترے اور دو رکعت نماز پڑھی اور مجھ سے فرمایا کہ اے یحییٰ تو جانتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس جگہ پیدا ہوئے۔ میں نے عرض کی کہ نہیں فرمایا کہ اسی مقام پر پیدا ہوئے ہیں۔ پھر خرما کے درخت کا ذکر کیا۔ اور فرمایا کہ آیا تو جانتا ہے کہ ربوہ کیا ہے جو خدا نے فرمایا ہے واودینا ھما الی ربوۃ وذات قرار ومعین اس میں ربوہ سے کربلا اور معین سے نہر فرات مراد ہے علامہ مجلسیؒ حیوٰۃ القلوب میں فرماتے ہیں کہ بہت سی احادیث معتبر اس آیت کی تفسیر میں وارد ہیں کہ ربوہ کوفہ ہے اور سواد اس کا کربلا ہے اور معین سے فرات مراد ہے اور خداوند تعالیٰ نے فلما اتاھا نودی من شاطئ الوادی الایمن فی البقعۃ المبارکۃ جو فرمایا ہے۔ اس شاطی الوادی الایمن سے فرات اور بقعۂ مبارکہ سے کربلا مُراد ہے جیسا کہ احادیث میں ہے اور بسند صحیح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ میں گمان

نہیں رکھتا کہ جس شخص کا تالو فرات سے اٹھایا جاوے وہ شخص شیعہ اور ہمارا دوست نہ ہووے اور پھر
فرمایا کہ وہ ناودان یعنی بہشت کے پرنالے پانی کے فرات کے پانی میں جاری ہوتے ہیں۔
فصل چوتھی۔ وجوب زیارت میں جناب امام حسین علیہ السلام کی ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ نے
تحفۃ الزائر میں ایک فصل خاص وجوب زیارت میں امام حسین علیہ السلام کے تحریر فرمائی ہے
اور بہت احادیث اس معنی کی اس میں وارد کی ہیں۔ ازانجملہ یہ ہے کہ بسند صحیح حضرت امام محمد باقر
علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہمارے شیعوں کو زیارت حسینؑ ابن علیؑ کا امر کرو۔ آنحضرت کا زیارت
کرنا مکان کے نیچے دب کے مرجانے اور جل جانے اور ڈوب جانے اور درندوں کے پھاڑ
کر کھاجانے سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور زیارت امام حسین علیہ السلام کی اس شخص پر کہ جو اقرار انکی
امارت کا کرے فرض ہے اور بسند موثق حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ امام حسین علیہ
السلام کی زیارت کرو۔ اور انکی زیارت ترک کر کے ان پر جفا نہ کرو۔ وہ جناب بہترین جوانان بہشت
اور بہترین شہدا ہیں۔ اور حدیث معتبر میں ان جناب سے منقول ہے کہ ان جناب نے ام سعید سے
فرمایا۔ کہ تو زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام کی کر۔ اس لئے کہ زیارت ان حضرت کی مرد و عورت
پر واجب ہے۔ اور بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو کوئی امام حسین
علیہ السلام کی زیارت کو نہ جائے۔ اگرچہ وہ شیعہ ہو اس کا ایمان اور دین ناقص ہے اور بعد وارد
کرنے ایسی اکثر احادیث کے ملائے مجلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اکثر احادیث سابقہ سے ظاہر ہوتا
ہے کہ زیارت امام حسین علیہ السلام واجب ہو اور ظاہری ان کا معارض نہیں ہیں لیکن علما میں سنت
موکدہ مشہور ہے اور اپنا اجتہاد یہ تحریر فرماتے ہیں کہ بحسب احادیث زیارت امام حسین علیہ السلام
کا واجب ہونا ایکمرتبہ عمر بھر میں نہایت قوت رکھتا ہے۔ چنانچہ یہ فقرہ ان کا اس پر دال ہے و بحسب
احادیث وجوب زیارت آنحضرت در عمرے یک مرتبہ نہایت قوت دارد و شیعہ کہ برین تاکیدات
وتہدیدات مطلع شود و با قدرت ترک کند و رعایت ضعف ایمان خواہد بود +

باب دوسرا

ان واقعات کے بیان میں جو قبل شہادت جناب سید الشہدا اور آنحضرتؐ کے کربلائے معلی میں

تشریف لانے سے پہلے واقع ہوئے ہیں۔ بسندِ معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ کربلا کی زیارت کرو۔ اور اسکو قطع نہ کرو۔ اس زمین میں اس پیغمبر کا فرزند دفن ہے جو سب پیغمبروں سے رتبہ میں بڑا ہے۔ اور فرشتوں نے ہزار برس پہلے جناب امام حسین علیہ السلام کے دفن ہونے سے اس زمین کی زیارت کی ہے۔ اور کوئی رات ایسی نہیں کہ حضرت جبرائیل اور میکائیل اس مقام کی زیارت کو نہ آتے ہوں۔ اور جناب ملائے مجلسی ثانی نے جلاء العیون میں اور مولانا حاجی محمد حسن قزوینی نے ریاض الشہادت میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ حدیث معتبر میں ہے کہ جسوقت حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے زمین پر آئے تو حضرت حوّا کو نہ دیکھا بڑی مدت تک ان کو زمین پر ڈھونڈھتے پھرے۔ یکایک زمین پر کربلا کی پہنچے۔ یہاں آکر غمناک اور دلتنگ ہوئے۔ اور جس مقام پر جناب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے ہیں۔ وہاں ایک پتھر تھا ان کا پاؤں لرزایا۔ ٹھوکر لگی حضرت آدم گر گئے۔ پنڈلی میں زخم آگیا۔ اور اس سے خون بہ کر زمین پر گرا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے سر اپنا آسمان کی طرف اٹھایا اور اپنے معبود کی درگاہ میں عرض کی کہ خدایا کیا مجھ سے نیا گناہ صادر ہؤا ہے کہ جو میں تازہ سزا کا سزاوار ہوگیا۔ میں سب طرف زمین میں پھر آیا۔ مگر مجھے ایسی ایذا کہیں نہیں ہوئی اور میرے دلکو ایسا غم و اندوہ ہؤا۔ خدا نے انکی طرف وحی کی کہ اے آدمؑ تم سے کوئی گناہ نہیں ہؤا۔ مگر یہ کہ تمہاری اولاد میں سے جس کا نام حسینؑ ہے۔ اس مقام پر ناحق شہید ہوگا اور تمام آسمان و زمین اسکی مصیبت پر روئیں گے۔ اور جس مقام پر تمہارا خون گرا ہے۔ اسی جگہ اس کا خون بہیگا۔ ہم کو یہ منظور ہؤا کہ اسکی مصیبت میں تمکو شریک کریں۔ اس کے بدلہ میں وہ ثواب جو اوروں کو ملے گا۔ تمہارا بھی اس میں حصہ ہو۔ اس سبب سے تمہارے خون نے حسین علیہ السلام کے خون سے موافقت کی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ حسین پیغمبر ہوگا۔ وحی ہوئی کہ نہیں بلکہ آخر زمانہ کے پیغمبرؐ کا نواسا ہوگا۔ عرض کی کہ اس کا قتل کرنیوالا کون ہوگا۔ خدا نے وحی کی کہ نام اس مردود کا یزید ہوگا۔ تمام اہل آسمان و زمین اس پر لعنت کریں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جبرائیل سے پوچھا میں کیا کروں۔ جبرئیل نے کہا کہ تم بھی اس شقی پر لعنت کرو تا کہ تم کو بڑا اجر ملے۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے چار مرتبہ اس پر لعنت کی۔ اور جب عرفات کے پہاڑ پر پہونچے تو حضرت حوّا کو دیکھا۔ وہ جدائی کہ جو حد کو

پہنچکی تھی وہ وصال سے بدلگئی۔ اور حضرت نوح علیہ السلام پیغمبر طوفان کے وقت اپنی کشتی پر سوار ہوکر دنیا میں ہر طرف پھرے۔ جسوقت کہ کربلا پہنچے کشتی ڈوبنے لگی۔ حضرت نوح علیہ السلام کو بہت خوف ہوا اور روتے اپنے خدا کی درگاہ میں عرض کی کہ میں تمام دنیا میں پھر آیا کسی جگہ مجھ کو ایسی پریشانی اور خوف نہیں ہوا جیسا کہ اس زمین میں پیش آیا ہے۔ جبرئیل خدائے جلیل کیطرف سے نازل ہوئے۔ اور کہا اے نوحؑ اسجگہ حسینؑ شہید ہوگا۔ اور یہ حسینؑ خاتم پیغمبران کی بیٹی کا بیٹا اور خاتم اوصیا کا فرزند ہوگا۔ نوحؑ نے کہا کہ قاتل اس کا کون ہوگا۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ یزید ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کے ساکن اس ملعون مطرود پر لعنت کریں گے۔ تم کو چاہئے کہ تم بھی اس پر لعنت کرو۔ کہ تم کو اس غرق ہونے سے نجات مل جاوے۔ یہ سنکر حضرت نوحؑ نے اس مردود شقی پر لعنت کی۔ بعد لعنت کرنے کے کشتی ڈوبنے سے بچگئی اور تھوڑی مسافت طے کرکے جودی پہاڑ پر پہنچ گئے۔ اور ڈوبنے سے بچے۔ اور جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کربلا میں پہنچے تو جس گھوڑے پر آپ سوار تھے اس نے ٹھوکر لی۔ حضرت ابراہیمؑ اس گھوڑے سے گر پڑے۔ اور سر انکا پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ حضرت ابراہیمؑ نے توبہ اور استغفار کرکے خدا کی درگاہ میں عرض کیا۔ بار الہا مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی۔ کہ جس کا بدلہ مجھے یہ ملا۔ جبرئیلؑ خدائے جلیل کی طرف سے نازل ہوئے اور کہا کہ اے خلیل خدا تم سے کوئی قصور نہیں ہوا۔ یہاں خاتم الانبیاء کا نواسہ تین روز کا بھوکا اور پیاسا اور خاتم الاوصیا کا فرزند بڑے شقی کے حکم سے شہید ہوگا۔ تمہارے خون نے اس کے خون کے ساتھ موافقت کی ہے۔ میں نے یہ چاہا کہ اس کی مصیبت میں تم بھی شریک ہوتا کہ اس عام رحمت اور فیض میں تمکو بھی حصہ ملے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے جبرئیلؑ اس سعادتمند کا قاتل کون ہوگا۔ جواب دیا کہ اس کا نام یزید ملعون ہوگا۔ اس بیدین پر اہل آسمان و زمین لعنت کریں گے سب سے پہلے قلم نے اس مردود پر لعنت لوح پر لکھی۔ قلم کی طرف خدا کی وحی ہوئی کہ بسبب اس لعنت لکھنے کے تو مستحق ثنا اور سزاوار مدح ہوا۔ یہ سنکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ہاتھ آسمان کیطرف اٹھائے اور یزید پر بہت لعنت کی۔ اور گھوڑے نے آنحضرت کے آمین کہی۔ حضرت ابراہیمؑ نے گھوڑے سے کہا تو کیا سمجھکر آمین کہتا ہے۔ جواب دیا کہ میں تمام روئے زمین کے گھوڑوں کے آگے فخر کرتا ہوں۔ کہ تم سا بزرگوار میرا سوار ہے۔ میں آپکی سواری میں بڑی سعی اور کوشش کرتا

تھا۔ آج نحوست سے یزید پلید کی یہ بے ادبی مجھ سے ہوئی کہ آپ میرے اوپر سے گرے۔ اور آپ کا سر پھٹ گیا۔ اور خون بہا۔ اس سبب سے میں اس ملعون پر لعنت کرتا ہوں۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی بھیڑ بکریاں شط فرات کے کنارے پر چرتی تھیں۔ چرواہے نے حضرت اسمٰعیلؑ کو خبر دی کہ کئی دن گذر گئے ہیں۔ کہ یہ حیوان نہ گھانس چرتے ہیں اور پانی بھی نہیں پیتے۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے اسکا سبب خدا سے پوچھا۔ حضرت جبرئیلؑ فرستادۂ خدائے جلیل آئے اور کہا کہ اے اسمٰعیلؑ تم اس کا سبب ان بھیڑ بکریوں سے دریافت کرو۔ جب حضرت اسمٰعیلؑ نے ان سے پوچھا۔ انہوں نے بزبان فصیح جواب دیا کہ اے خلیل اللہ کے بیٹے ہم کو خدا کی طرف سے وحی ملی ہے کہ پیغمبر آخر الزمانؐ کا نواسہ تین دن کا بھوکا پیاسا اس جنگل میں شہید ہوگا۔ اور بہت سی مصیبتیں اس پر اور اس کے ہمراہیوں پر پڑینگی۔ اس سبب سے ہم اس کے ماتم میں مشغول ہیں۔ اور اسی باعث سے ہمکو غم و اندوہ ہے پس ہم نہ تو پانی پیتے ہیں اور نہ گھانس چرتے ہیں۔ پھر پوچھا کہ اس مظلوم کا قاتل کون ہوگا۔ اُن حیوانوں نے جواب دیا کہ یزید پلید۔ اُس پر آسمان و زمین کے رہنے والے لعنت کریں گے یہ سُن کر حضرت اسمٰعیلؑ نے اس لعین پر لعنت کی۔ اور اپنی بکریوں اور دُنبیوں کو وہاں سے لے گئے اور ایک دن حضرت موسٰیؑ یوشع بن نون اپنے وصی کے ساتھ کربلا میں پہنچے۔ چلتے ہی انکی جُوتی کا بند ٹوٹ گیا۔ اور ایسے کانٹے پاؤں میں چبھے کہ خون جاری ہوگیا۔ اپنے خدا کی درگاہ میں عرض کی خداوندا مجھ سے کوئی قصور ہوا ہے جس کا بدلہ مجھے یہ ملا۔ جواب آیا کہ نہیں سبب اس کا یہ ہے کہ پیغمبرؐ کا فرزند حسینؑ اس جگہ شہید ہوگا۔ تمہارے خون نے اس کے خون سے موافقت کی ہے عرض کیا کہ حسینؑ کون ہے وحی ہوئی کہ پیغمبر محمد مصطفٰےؐ کا نواسا علی ابن ابی طالب علیہما السلام امیر مومنان کا بیٹا ہے عرض کیا کہ اس کا قاتل کون ہے۔ جواب ملا کہ یزید جس پر مچھلیاں دریا کی اور جنگل کے وحشی اور ہوا کے جانور سب کے سب لعنت کریں گے۔ یہ سنکر حضرت موسٰی علیہ السلام نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور یزید ملعون پر لعنت کرکے وہاں سے چلے گئے۔ اور ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی بساط پر سوار ہوئے ہوا پر جاتے تھے کہ یکایک کربلا کی زمین پر پہنچے تین بار ہوا نے بساط کو لپیٹا اور جھٹکا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو گر پڑنے کا خوف ہوا بعد اس کے ہوا بالکل بند ہوگئی۔ بساط چلنے سے رہ گئی۔ اور کربلا کی زمین پر اُتر آئے۔ حضرت

سلیمان علیہ السلام نے غصہ سے ہوا کی طرف خطاب کیا۔ کہ تو کیوں تھم گئی۔ جواب دیا کہ سبب اس کا یہ ہے کہ حسینؑ مظلوم اس زمین اور مرز بوم میں قتل ہوگا۔ پوچھا کہ حسینؑ کون ہے۔ کہا محمدؐ مختار کا نواسہ اور حیدرؑ کرار کا بیٹا۔ پھر پوچھا کہ اس کا قاتل کون ہوگا کہا کہ یزید لعین۔ اہل آسمان وزمین اس قاتل پر لعنت کریں گے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے آسمانکی طرف ہاتھ اٹھا کر اس پر نفرین کی۔ اس لعنت کو سُنکر اور آدمیوں اور جنوں نے آمین کہی۔ اسوقت ہوا چلی اور بساط زمین سے اونچی ہو گئی۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام چلے گئے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حواریوں کے ساتھ سیر کرتے پھرتے تھے۔ ناگاہ کربلا کی زمین پر پہنچے۔ شیر آیا اور رستہ بند کر لیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شیر سے کہا کہ تو نے ہماری راہ کیوں روکی ہے۔ شیر نے کہا جبتک تم یزید مردود پر جو کہ قاتل حسینؑ شہید کا ہے۔ لعنت نہ کرو گے۔ اسوقت تک میں رستہ نہ چھوڑوں گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ حسینؑ کون ہے کہا کہ پیغمبر اُمّی آخر الزمان کا نواسا اور علیؑ ولی خدا کا فرزند ہے۔ کہا کہ قاتل اس کا کون ہے۔ شیر نے کہا کہ یزید لعین۔ اس پر سب وحشی اور تمام چارپائے اور جملہ درندے مثل بھیڑیئے اور چیتے کے ہمیشہ اور خاصکر عاشورہ کے دن لعنت کرتے ہیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اٹھائے اور یزید لعین کے حق میں بد دعا کی۔ شیر راستہ سے ہٹ گیا۔ اور جناب عیسیٰ علیہ السلام چلے گئے۔

مولانا محمد حسن قزوینی نے ریاض الشہادتین اور مُلّا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے ونیز صاحب ماتین نے بسند ہائے معتبر ابن بابویہ علیہ الرحمۃ سے روایت کی ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں جس روزوں میں امیر المومنین صفین کی لڑائی کی طرف متوجہ تھے تو حضرت نینوا میں جو کنارے پر شطِ فرات کے ہے پہنچے تو ان حضرت نے مجھ سے پکار کر کہا کہ اے پسرِ عباس تم اس جگہ کو جانتے اور پہچانتے ہو۔ میں نے عرض کی کہ نہیں۔ ان حضرت نے فرمایا جس طرح کہ میں اسکو جانتا ہوں تم بھی اسکو اسی طرح جان لو۔ اور جبکہ تم اس کو جان لوگے تو خوب روؤ گے جس طرح کہ میں رویا ہوں یہ فرما کر آپ اور روئے۔ اور آپ کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اور سینہ پر آپ کے آنسو ٹپکنے لگے۔ میں بھی یہ حال ان کا دیکھ کر رونے لگا۔ اسوقت حضرت نے فرمایا کہ مجھ کو آل سفیان سے آہ آہ کیا کام ہے۔ اور آہ آہ آل حرب سے مجھے کیا کام ہے۔ یہ

شیطان کا لشکر اور کفر و عدوان والے ہیں۔ یہ فرما کر جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف خطاب کیا اور فرمایا کہ اے حسینؑ تمکو بھی یہی پیش آئے گا۔ جو تمہارے باپ کو پیش آیا اور پانی مانگا اور وضو کیا اور نماز پڑھی۔ اور بعد نماز کے وہی کلمے ارشاد فرمائے۔ اور روئے اور پھر سو گئے۔ اور اس خواب سے جسوقت جاگے تو کہا کہ اے ابن عباس تم کہاں ہو میں نے کہا حاضر ہوں فرمایا کہ آیا تمکو خوش آتا ہے۔ کہ میں بیان کروں اس امر کو کہ جو میں نے اسوقت خواب میں دیکھا ہے میں نے عرض کیا کہ یا امیرالمومنین علیہ السلام تمہاری آنکھ ہمیشہ ٹھنڈی رہے۔ جو کچھ کہ آپ نے دیکھا ہے۔ اس میں ضرور خیر اور سعادت ہوگی۔ فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ چند مرد آسمان سے زمین پر اترے ہیں۔ اور ان کے ہاتھوں میں سفید علم ہیں۔ اور تلواریں بھی لئے ہوئے ہیں۔ ان میں نور چمکتا ہے۔ اور اس زمین پر خط کھینچکر نشان دیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ خون تازہ کا دریا اس زمین میں موج مارتا ہے۔ اور درختوں کی شاخیں زمین پر جھک گئی ہیں۔ اور میرا فرزند حسینؑ اس خون کے دریا میں پڑا تڑپتا ہے اور فریاد کرتا ہے اور اس کا کوئی فریادرس نہیں اور کوئی اسکی مدد نہیں کرتا۔ اور وہ سفید مرد حسینؑ سے کہتے ہیں کہ صبر کرو اور اے فرزندان رسولؐ صابر رہو کہ تم بدترین مردم کے ہاتھ سے شہید ہوگے۔ بہشت تمہارا بہت مشتاق ہے وہ سفید پوش مردم میرے پاس آئے اور مجھ سے ماتم پرسی کی۔ اور کہا کہ اے ابوالحسنؑ خوش ہو کہ خداوند تعالےٰ تمہاری آنکھیں قیامت کے دن روشن کریگا۔ یہ دیکھکر میری آنکھ کھلگئی میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ بڑے سچے جناب رسولؐ خدا حضرت ابوالقاسم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ یا علیؑ تم اس زمین کو دیکھوگے۔ اسوقت کہ جب تم اہل بغی و طغیان کی سرکوبی اور لڑائی کو گھر سے نکلوگے اور یہ زمین کرب و بلا ہے میرا فرزند حسینؑ اس زمین میں دفن ہوگا اور اس کے ساتھ سترہ نفر میرے اور فاطمہؑ کی اولاد کے بھی مدفون ہونگے۔ اور یہ زمین آسمانوں میں مشہور ہے اور نام اس زمین کا کربلا ہے جیسے کہ حرم کعبہ اور حرم مدینہ اور بیت المقدس کا نام مشہور ہے۔ ابن عباس اس جنگل میں ہرنوں کی مینگنیاں ڈھونڈو۔ خدا کی قسم نہ تو میں جھوٹ کہتا ہوں اور نہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی مجھے جھوٹی خبر دی ہے۔ میں رسولؐ خدا

کی خبر دینے کے موافق ضرور دیکھونگا۔ ان کا رنگ زعفران کے موافق زرد ہوگا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے انکو تلاش کیا۔ اور ایک جگہ جمع پایا جس مقام کی حضرت نے مجھے خبر دی تھی میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ یا امیرالمومنینؑ مینے وہ مینگنیاں اسی طرح پائیں جیسے کہ آپ نے مجھے خبر دی تھی۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ ارشاد فرمایا تھا۔ پس جلد اٹھکر جناب امیرالمومنین علیہ السلام وہاں تشریف لائے۔ اور ان مینگنیوں کو اٹھا کر سُونگھا اور فرمایا کہ جسکی جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خبر دی تھی۔ یہ وہی ہیں۔ اے ابن عباس تم جانتے ہو کہ یہ کیا چیز ہیں اور کونسی منگنیاں ہیں۔ انکو عیسیٰؑ بن مریمؑ نے سُونگھا ہے جسوقت کہ وہ اس جنگل میں تشریف لائے تھے۔ اور حواری ان حضرت کی خدمتیں حاضر تھے۔ اسوقت کچھ ہرنوں کا گلّہ اس مقام پر تھا۔ اور وہ سب ہرن رو رہے تھے۔ یہ دیکھکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس مقام پر بیٹھ گئے اور گرد ان حضرت کے حواری حضرت کے بیٹھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہت روئے اور انکے ساتھ حواری بھی روئے۔ اور سب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے رونے کا سبب دریافت کیا حضرت عیسےٰ نے فرمایا کہ تم اس زمین کو نہیں جانتے۔ یہ وہ زمین ہے کہ اس زمین میں پیغمبر آخرالزمانؐ کا نواسا اور وہ بتولؑ طاہرہ کہ جو میری ماں مریمؑ کی شبیہ ہے۔ اس کا بیٹا اس پر شہید ہوگا۔ اور یہیں دفن ہوگا۔ اس زمین کی خاک مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہے۔ اسلیئے کہ اس فرزند شہید اور مبارک کی طینت سے ہے۔ اور انبیا اور انکی اولاد کی ایسی ہی طینت ہوتی ہے۔ اور یہ ہرن مجھ سے باتیں کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم اس سبب سے اس زمین میں چرتے ہیں کہ اس مقام پہ وہ شہید مبارک دفن ہوگا۔ اس تربت کی زیارت کا ہمیں زیادہ شوق ہے۔ اور ہم اس برگزیدۂ خدا کی برکت سے تمام درندوں کے خوف و ضرر سے محفوظ ہیں پس حضرت عیسےٰ نے ان مینگنیوں کو زمین سے اٹھالیا اور سُونگھکر فرمایا کہ انکی خوشبو اس گھاس کی سی خوشبو ہے کہ جو اس زمین سے اُگتی ہے۔ بارخدایا انکو اسی طور پر رکھئے جبتک کہ باپ اس شہید کا یہاں آوے اور انکو سُونگھے۔ اور اسکی تسلّی کا سبب ہوجائے۔ حضرت امیر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آجتک یہ مینگنیاں فقط حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی دُعا کے سبب سے باقی ہیں اور زیادہ دن

گندہ جانے کے سبب سے ان کا رنگ زرد ہو گیا ہے۔ اور یہ زمین کرب و بلا ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پکار کر کہا کہ خداوندا اس مظلوم شہید کے قاتل کو برکت نہ دے۔ اور جو لوگ اس مظلوم کی رفاقت کو ترک کریں۔ یا وہ لوگ اس شہید کے قاتل کی مدد کریں۔ انکو بھی اپنی برکت سے محروم رکھ۔ یہ کہکر جناب امیر علیہ السلام بہت روئے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں بھی بہت رویا۔ اور جناب امیر علیہ السلام روتے روتے زمین پر گر پڑے۔ اور بیہوش ہو گئے۔ جسوقت آپکو ہوش آیا تو کچھ مینگنیاں اٹھا کر اپنی چادر کے کنارہ میں باندھ لیں۔ اور مجھے بھی حکم دیا۔ حسب الحکم ان کے میں نے بھی کچھ مینگنیاں اٹھا لیں۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابن عباس تم جسوقت ان سے خون تازہ ٹپکتا دیکھو تو جان لیجو کہ فرزند میرا حسینؑ کربلا کی زمین پر ذبح اور شہید ہو گیا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ انکو اپنی آستین میں بندھی رکھتا تھا۔ اور نماز کے اوقات سے زیادہ میں ان کی حفاظت کرتا تھا۔ پس میں ایکدن اپنے گھر میں سوتا تھا۔ میری جو آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ میری آستین خون سے تر اور سُرخ ہو رہی ہے۔ اور ان مینگنیوں سے تازہ خون بہتا ہے۔ میں نے یہ دیکھکر رونا شروع کیا اور کہا کہ حسینؑ ضرور شہید ہو گئے۔ میں نے کبھی حضرت علیؑ سے جھوٹی خبر نہیں سُنی۔ اور جسوقت کہ میں اپنے گھر سے باہر نکلا۔ تو مینے دیکھا کہ آسمان پر ایسا غبار چڑھ رہا ہے کہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتا۔ اور آفتاب خون بھرے طشت کی مانند سُرخ ہو رہا ہے اور مدینہ کی دیواریں ایسی دیکھیں کہ گویا ان پر خون ڈال دیا ہے۔ یہ دیکھکر میں اور رویا اور کہا کہ قسم بخدا حسینؑ ضرور شہید ہو گئے۔ اور آواز سُنی کہ آلِ رسولؐ صبر کرو۔ کہ حسینؑ فرزندِ رسولؐ قتل ہو گیا۔ اور جبرئیل آسمان سے روتے ہوئے آئے ہیں۔ اور صدا دینے والے کو میں دیکھتا تھا پس مجھ پر رقت بہت طاری ہو گئی۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ امام حسین علیہ السلام یقیناً قتل ہو گئے۔ اور جسدن کہ یہ واقعہ ہے۔ وہ دسویں تاریخ محرم کی تھی۔ اور مدینہ میں بالآخر یہی خبر آئی اور آواز دینے والے کو لوگوں نے حضرت خضرؑ خیال کیا۔ اور جناب ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے تحفۃ الزائر اور جلاء العیون میں لکھا ہے کہ قرب الاسناد میں حمیری نے بسند معتبر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کربلا میں پہنچے۔ اور حضرتؑ کے ہمراہ دو صحابی تھے۔ جسوقت اس زمین حزن آگین پر پہنچے بے اختیار آپکی آنکھ سے اشک گہر رشک جاری ہو گئے۔ جب

وقت کہ دل نے قرار پکڑا تو فرمایا کہ یہاں دو سو پیغمبر اور دو سو وصی اور دو سو عدد اولاد پیغمبر شہید ہوئے ہیں۔ اور ہمراہی اپنے اصحاب کے کربلا کے صحرا میں پھرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ جگہ ان کے اونٹوں کے سونے کی ہے۔ اور یہ جگہ ان کے اسباب اور بوجھ رکھے جانیکی ہے اور یہ جگہ چند لوگوں کی شہادت کی ہے کہ پہلے ان سے کوئی ان سے بہتر نہیں تھا اور بعد ان کے بھی ان سے بہتر نہوگا۔ اور پھر فرمایا کہ خوشا حال تیرا اے صحرائے کربلا کہ تجھ پر خون دوستوں کا گریگا اور سلائغ موصوف نے بسند معتبر ہر ثمہ سے روایت کی ہے کہ ہر ثمہ نے کہا کہ جس وقت جناب امیر علیہ السلام نے صفین کی لڑائی سے فراغت پائی میں ان جناب کیخدمت میں حاضر تھا تو اسوقت کربلا میں تشریف لائے اور نماز پڑھی اور ایک مشت خاک اٹھائی اور سونگھا۔ فرمایا خوشا حال تیرا اے خاک کربلا تجھ سے ایک گروہ حشر کے دن اٹھے گا۔ ان کا حساب نہ ہوگا۔ وہ سب بیحساب بہشت میں داخل ہو جائینگے۔ تا آخر خبر اور استیعاب فی معرفۃ الصحاب میں کہ جو از جملہ کتب اہلسنت ہے یہ مسطور ہے کہ غرفہ بن حارث ازدی نے کہا کہ ہم جناب امیر المومنین علیہ السلام کے ہمراہ سفر میں تھے یکایک کنارہ فرات پر کربلا میں پہنچے۔ جناب امیر علیہ السلام اس مقام پر ٹھہر گئے۔ ہم تمام ہمراہی گرداگرد حضرت کے کھڑے ہوگئے۔ جناب امیر علیہ السلام نے اُسوقت فرمایا ھذا موضع رواحلھم ومناخ رکابھم و مھراق دمائھم بابی من لا ناصر لہ فی الارض ولا فی السماء۔ یہ جگہ نیک مردوں کے بار اور سامان اُترنے کی ہے۔ اور یہ جگہ ان کے خون بہنے کی ہے۔ ان کا ناصر اور مددگار کوئی زمین اور آسمان میں نہوگا۔ میرے باپ ان پر قربان ہوں راوی کہتا ہے کہ یہ بات میرے دل میں کھٹکتی رہی تا اینکہ امام حسین علیہ السلام شہید ہوتے۔ میں کربلا میں گیا اور اسجگہ کو دیکھا۔ میں نے فرمانے کو جناب امیر علیہ السلام کے سچا پایا اور اپنے شک سے توبہ کی۔ تمقام میں ہے کہ جویریہ بن سہر عبدی کہتا ہے کہ میں ہمراہ جناب امیرؑ صفین میں جاتا تھا جب کربلا میں پہنچے تو جناب امیرؑ ایک مقام پر کھڑے ہوگئے اور دہنے بائیں دیکھتے تھے اور روتے تھے۔ اور فرمایا واللہ ھذا مناخ رکابھم وموضع منیتھم لوگوں نے کہا کہ یا حضرت اس زمین کا کیا نام ہے اور یہ جگہ کیسی ہے ارشاد فرمایا ھذا کربلا یقتل فیہ قوم ید خلون الجنۃ بغیر حساب یعنی یہ جگہ کربلا ہے اس مقام پر ایسا گروہ مقتول ہوگا کہ بغیر حساب روز جزا بہشت میں داخل

ہو جائیگا یعنی ان کلمات کے لوگوں پر پوشیدہ رہے یہاں تک کہ جناب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے یہ بھی روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک شخص نے چاہا کہ اس مقام پر جس جگہ کا پتہ جناب امیر علیہ السلام نے بتایا تھا کچھ نشان کر دے اس واسطے ایک ہڈی اونٹ کی اس جگہ دفن کر دی جسوقت جناب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے۔ تو وہ ہڈی ڈھونڈھ کر زمین سے نکالی۔ وہ مقام خاص مقتل شہدا تھا جہاں سے وہ ہڈی نکلی۔ اور ریاض الشہادۃ میں ہے کہ بہت سی احادیث میں مروی ہے کہ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ ایک شب حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے۔ یکایک وہ جناب صحن خانہ میں تشریف لیگئے اور ایک مدت طویل کے بعد اندر کے مکان میں تشریف لائے۔ لیکن غبار آلودہ اور بکھرے بال اور متغیر الاحوال تھے۔ میں نے اس حالت کا سبب دریافت کیا تو فرمایا مجھکو اس وقت جبرئیل امین عراق میں بمقام کربلا لے گئے تھے۔ اور مجھکو قتل گاہ حسینؑ دکھائی۔ اور وہ جگہ میرے دیگر اہلبیت کے بھی قتل ہونیکی ہے۔ میں نے وہاں سے ایک مشت خاک اٹھالی ہے اور وہ خاک مجھے دیدی تا آخر روایت۔ اور امالی شیخ صدوق اور قمقام میں ہے کہ لشکر ابن زیاد کا کربلا میں آگیا تو خود کوفہ سے نخیلہ میں آگیا۔ اور مشہور یہ ہے کہ لشکر ابن زیاد کا کربلا سے نخیلہ تک تھا اسوجہ سے کربلا کے واقعات کے ساتھ نخیلہ کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ نخیلہ کے باب میں قمقام میں ہے نخیلۃ تصغیر النخلہ موضع قرب الکوفۃ علی سمت الشام یعنی نخیلہ نخلہ کی تصغیر ہے اور یہ موضع کوفہ کے پاس شام کیطرف واقع ہے۔ اور نخیلہ کربلا سے تین فرسخ ہے جو تخمیناً نو کوس ہوتا ہے۔ ان لوگوں میں سے جو لوگ کربلا سے نجف کیطرف جاتے ہیں تو راہ میں یہ مقام پڑتا ہے اور یہاں گھوڑا گاڑی کے خچر اور گھوڑے بدلے جاتے ہیں۔ جسوقت کہ جناب امام حسن علیہ السلام نے یہ خبر پائی تھی کہ معاویہ نے قصد لڑائی کا کیا ہے تو حضرت نے حکم دیا کہ ہمارا لشکر کوفہ سے نخیلہ میں جائے۔ اسوقت عدی بن حاتم سوار ہو کر نخیلہ کو گئے۔ اسکی تفصیل ریاض الشہادۃ میں ہے۔ اور یہ بھی اس میں مذکور ہے کہ جب صلحنامہ تیار ہو گیا تو معاویہ نے اُس پر مُہریں کر کے جناب امام حسن علیہ السلام کے پاس بھیجدیا۔ اور آپ کوچ کر کے نخیلہ میں آکر قیام کیا اور نور الابصار فی اخذ الثار میں ہے کہ سلیمان بن صرد خزاعی نے واسطے اخذ ثار جناب

امام حسین علیہ السلام کے نخیلہ میں آکر معہ لشکر قیام کیا تھا۔ اور پہلی ربیع الثانی ۶۵ سنہ ہجری کو یہاں سے کوچ کیا اور بحوالہ روضۃ الصفا لکھا ہے کہ پانچویں ربیع الثانی کو اسی سال نخیلہ سے حرکت کی اور قمقام میں بھی اسی سال میں سلیمان کے لشکر آنے کو بمقام نخیلہ لکھا ہے۔ اور ریاض الشہادۃ سے بھی سلیمان کا اسی سال میں بمقام نخیلہ ہونا اور بعد مرنے مروان کے یہاں سے حرکت کرنا ثابت ہوتا ہے۔ فرات یہاں سے قریب ہے۔ آبادی یہاں کی پُر رونق ہے یہاں بازار اور قہوہ خانہ بھی ہے۔

باب تیسرا

ان حالات کے بیان میں جو بعد تشریف لے جانے جناب امام حسین علیہ السلام کے زمین کربلا پر دسویں محرم کی شام تک گزرے ہیں۔ حدیث اور اخبار کی کتابوں میں ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام بعد ردّوبدل کے جو حُر ریاحی اور آنحضرت سے ہوئی۔ قادسیہ سے بائیں طرف چلے تا اینکہ قصر بنی مقاتل میں پہنچے۔ اور صبح کی نماز پڑھکر پھر سوار ہوئے۔ تھوڑی دُور چلکر آپکا گھوڑا رُک گیا۔ ہرچند بڑھایا نہ بڑھا۔ حضرت نے دوسرا گھوڑا بدلا وہ بھی نہ چلا۔ روایت میں ہے کہ سات گھوڑے بدلے مگر کسی نے قدم نہ بڑھایا۔ اور بروایت ابومخنف چھ گھوڑے۔ اور بروایت احمد بن عصفور بیس گھوڑے بدلے۔ جب کسی گھوڑے کا قدم آگے نہ بڑھا۔ تب حضرت نے پوچھا کہ اس زمین کا کیا نام ہے۔ چونکہ حضرت کے ساتھ ایسے لوگ بھی تھے جو صحبت جناب امیر علیہ السلام کی اٹھائے ہوئے تھے! اور انہوں نے جناب امیر علیہ السلام سے سُنا تھا انّ ولدی الحسین یقتل بارض کربلا یعنی فرزند میرا حسینؑ کربلا کی زمین پر قتل ہوگا۔ اسواسطے انہوں نے مناسب نجانا کہ حضرت کے سامنے کربلا کا نام لیں۔ اس نام کے سننے سے آپکا دل دردمند ہوگا۔ اور اس سے آپکی دلشکنی ہوگی۔ فقالوا نینوا اسلیے لوگوں نے کہا کہ یہ زمین نینوا ہے۔ حضرت نے دہنی جانب کے لوگوں سے کہا ھل لہا اسمٌ اٰخر آیا اس کا کچھ اور بھی نام ہے۔ انہوں نے اسی مصلحت سے کہا اسکو ماریہ بھی کہتے ہیں۔ پھر بائیں طرف کے لوگوں سے پوچھا۔ اُنہوں نے بھی اسی غرض سے کہا کہ غاضریہ ہے۔ اور شطی الفرات بھی کہتے ہیں یعنی کچھار نہر فرات کی۔ پھر حضرت پشت کے

لوگونکی جانب متوجہ ہوئے۔ ان سے اُسجگہ کا نام دریافت کیا۔ وہ لوگ جو گدھے اور خچر یا گھوڑے اونٹ کرایہ پر حضرت کے ساتھ لائے تھے اور اس مصلحت سے آگاہ نہیں تھے۔ انہوں نے صاف کہدیا کہ اس زمین کو کربلا بھی کہتے ہیں فلمّا سمع ذالك تنفس الصّعدا یعنی جبوقت حضرتؑ نے کربلا کا نام مبارک سُنا تو ایک گہرا ٹھنڈا سانس کھینچا اور اُترنے کا ارادہ کیا۔ ریاض الشہادۃ میں ہے کہ ناگاہ ایک سوار ابن زیاد کا فرستادہ آیا اور اس نے جناب امام حسینؑ کو سلام نکیا۔ اور حُر کو سلام کیا۔ اور ایک خط ابن زیاد کا حُر کو دیا۔ اسمیں لکھا تھا کہ حسینؑ کو اسجگہ اُتارنا کہ جس جگہ پانی اور گھاس قریب نہو۔ تمقام میں ہے کہ یزید بن زیاد بن مہاجر کندی نے کہ اسوقت لشکر میں ہمراہی حُر کے تھے۔ آخر میں امام حسین علیہ السّلام کے لشکر میں آکر اصحاب وانصار امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ شہید ہوئے۔ اس ملعون نامہ بر کو پہچانا کہ وہ مالک بن نُسیر کندی تھا۔ اس ملعون نے روز عاشورہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کے سر مبارک پر تلوار ماری تھی۔ اس لعین کو مختار نے ہاتھ پاؤں کٹوا کر مارا۔ پس حُر نے چاہا کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کو اس صحرائے بے آب وگیاہ میں اُتارے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے حُر یہ قریۂ غاضریہ اور نینوا اور شفیعہ ہیں۔ ہمکو وہاں اُتار۔ حُر نے کہا کہ یہ جاسوس جو نامہ لایا ہے اسکی خبر دے گا اور ابن زیاد مجھ سے تعرض کریگا۔ آپ یہاں ہی اُتریئے۔ زہیر قین کو غصّہ آیا۔ اور امام علیہ السّلام سے لڑنیکی اجازت مانگی۔ امام علیہ السّلام نے اجازت ندی۔ اور مصلحتاً جنگ و جدال سے منع فرمایا۔ بالآخر حضرت امام حسین علیہ السّلام وہاں اُترے۔ بروایتے اسوقت ایک زرد آندھی آئی۔ اس سے سب کے چہرے گرد آلودہ ہوگئے۔ پس خیمے بپا کیئے اور حرم کو اُتروایا۔ **دوسری تاریخ محرّم کے واقعات** جناب امام حسین علیہ السّلام کے ورود کو کربلا میں صاحب تمقام زخار نے دوسری تاریخ محرّم کی سنہ ۶۱ھ میں لکھا ہے اور علی بن عیسیٰ اربلی علیہ الرحمۃ نے بدھ کا دن اور سنہ ۶۱ھ لکھتے ہیں اور کہا ہے کہ یا جمعرات کا دن تھا اور ریاض الشہادتین میں یہی روز اور تاریخ اور سنین تحریر ہیں۔ اور جلاء العیون میں ہے کہ بقول ایک جماعت کے بدھ کا دن یا جمعرات کا دن تھا۔ اور دوسری تاریخ محرّم کی تھی اور سنہ ۶۱ھ تھی۔ اور ملّا اسحاق نے نور العین میں لکھا ہے وقل کان الحر اسرع وحال بین بحر الفرات وبین الحسین ومن

معہ یعنی جب امام حسین علیہ السّلام اُتر چکے۔ حُر نے جلدی فرات پر قبضہ کرلیا۔ اور حُر درمیان میں فرات اور امام حسین علیہ السّلام کے لشکر کے اُترے اور پھر کہا ہے وکان بینہ وبینہم ثلثۃ امیال وقیل خمسۃ وقیل فرسخ یعنی حُر کے اترنیکی جگہ اور جناب امام حسین علیہ السّلام کی فرودگاہ اور خیموں کے درمیان تین میل اور بقولے پانچ میل اور بقولے ایک فرسخ کا فرق اور فاصلہ تھا اور یہ لکھنا ملّا اسحاق کا بعید ہے۔ اسکی اکثر روایتیں تکذیب کرتی ہیں اور نزل الابرار میں مرزا محمد بن مرزا معتمد خان بدخشانی سُنّی المذہب کی ہے نزل الحر وجیشہ قبالۃ الحسین بارض کربلا یعنی حُر اور انکا لشکر مقابل لشکر امام حسین علیہ السّلام کربلا میں اُترا اور کشف الغمہ میں ہے فنزل القوم وحطوا الاثقال ونزل الحر بنفسہ وجیشہ قبالۃ الحسین اور قمقام میں ہے وحُر نیز باسواران خود درمقابل نشست۔ اور مائیتن میں ہے کہ کربلا کے جنگل میں ایک بیری کا درخت تھا اسوقت ایک ہمراہی نے امام حسینؑ کے اسمیں سے ایک شاخ مسواک کے واسطے کاٹی فسال وجری الدم العبیط من تلک الشجرۃ فاتی بہ الی الحسین یسالہ عن ذالک یعنی اس درخت سے تازہ خون بہنے لگا۔ وہ شخص شاخ کو لئے ہوئے اس عجیب واقعہ کے دریافت کرنے کو امام حسین علیہ السّلام کے پاس گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہاں ہمارے جوانمرد قتل ہونگے۔ اور اس مقام پر خون بہنے لگا۔ اور مخزن البکا میں ہے کہ وقت اُترنے کے جناب اُمّ کلثومؑ نے امام حسین علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ اے بھائی یہ کیسی زمین ہے اور کس درجہ کا وحشت ناک مقام ہے۔ جسوقت سے ہم یہاں اترے ہیں اسوقت سے ایک بڑا خوف ہمارے دلوں پر چھا گیا ہے۔ آپ اس کا سبب بیان فرمائیے امام حسینؑ نے انکے جواب میں جناب امیرؑ کے ہمراہ صفین کے معرکہ سے یہاں پلٹ کر آنا اور جناب امیرؑ کا یہ خواب دیکھنا کہ کربلا کا جنگل خون کا دریا ہو رہا ہے اور درختوں کی شاخیں اسمیں جُھک جُھک کر جھومتی ہیں اور اپنا اس خون کے دریا میں تڑپنا اور فریاد کرنا اور کسی کا فریاد کیلئے نہ پہنچنا جو دوسرے باب میں اس رسالہ کے گذرا بیان کیا۔ اور سب قصہ جناب امیرؑ کے رونیکا بعد اس خواب دیکھنے کے سُنایا۔ اور ریاض الشہادتین میں ہے۔ بعد از آنکہ آنحضرت در آنجا قرار گرفت اہل قادسیہ ساتر اعرابی کہ در آن حوالی بودند ملک زمین کربلا بودند طلبید۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل ماریہ اور غاضریہ اور نینوا اور قادسیہ اور شفیعہ اور عقر

وغیرہم قریات اور گاؤں جو کربلا کے گرد تھے۔ اور عرب ان میں رہتے تھے۔ وہ سب کربلا کی زمین کے مالک اور قابض تھے۔ ان سب کو اپنے پاس طلب فرمایا۔ مقام میں قادسیہ کیواسطے لکھا ہے القادسیۃ قال المنجمون بینہما وبین الکوفۃ خمسۃ عشر فرسخا وبینہما وبین العذیب اربعۃ امیال یعنی منجموں نے کہا ہے درمیان قادسیہ اور کوفہ کے پچیس فرسخ کا فاصلہ ہے اور عذیب اور قادسیہ کے درمیان چار میل کا فرق ہے۔ الحاصل اشخاص مطلوبہ سے جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے بیٹوں اور بھائیوں اور رفیقوں کے ساتھ اس زمین پر قتل ہونگا۔ ہمارے دوست دُور دُور سے ہماری زیارت کو آئینگے۔ اور بہت سے ہماری قبروں کے مجاور ہو جائیں گے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم ہمارے ہاتھ اس زمین کو بیچو میں بعد خرید کرنیکے اس زمین کو وقف کر دوں گا۔ اور تم اس کے متولی رہو گے۔ سب نے قبول کر لیا۔ حضرت نے اس زمین کو زر خطیر دیکر مول لے لیا۔ اس روایت میں مولانا محمد حسن قزوینی نے تعداد زمین اور زر بیع کی مقدار نہیں لکھی۔ مگر مائتین میں بحوالہ بحر المصائب یہ لکھا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے وہ زمین کہ جسمیں برکت اور شفا ہے ساٹھ ہزار درہم کو خریدی۔ اور پیمائش اسکی چار چار میل میں مضروب ہے۔ اسی زمین میں امام حسینؑ کی قبر مطہر اور مرقد منور ہے اور آپ کے اصحاب کرام کی بھی قبریں اسی متبرک اور مقدس زمین میں ہیں۔ اور کتاب زیارات میں محمد بن داؤد قمیؒ کی ہے ان الحسین اشتری النواحی التی فیہا قبرہ من اہل نینوی والغاضریۃ بستین الف درہم و تصدق علیہم وشرط ان یرشد والی قبرہ ولیضیفوا من زار ثلثۃ ایام یعنی امام حسینؑ نے اس زمین کو جسمیں آپکی اسوقت قبر مطہر ہے۔ نینوا اور غاضریہ کے لوگوں سے ساٹھ ہزار درہم میں خریدا۔ اور دو شرطوں کے ساتھ اسے وقف اور تصدق کر کے انہیں ہی دیدیا وہ شرطیں یہ ہیں۔ اوّل یہ کہ جو کوئی میرا زائر آئے اسے تم نشان اور پتہ میری قبر کا بتا دیجیو۔ دوسرے تین روز اسے مہمان رکھیو تاکہ راہ کا کسل اس سے دور ہو جائے اور زائر کو آرام ملے اور حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا ہے حرم الحسین الذی اشتراہ اربعۃ امیال فی اربعۃ امیال یعنی حرم امام حسینؑ جنکو ان جناب نے خریدا ہے وہ چار میل مضروب ہے چار میل میں یعنی سولہ میل مکسر ہے پس حُر نے امام حسینؑ کے کربلا میں تشریف لانیکی خبر ابن زیاد کو لکھ بھیجی۔ عبید اللہ ابن زیاد

نے امام حسینؑ کو خط لکھا۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ مجھے یزید نے لکھا ہے کہ تو حسینؑ کو مہلت نہ لینے دے اور فوراً
میری بیعت لے۔ اور اگر اس سے وہ انکار کریں تو انکا سر میرے پاس بھیجدے۔ جب آنحضرتؑ نے اس خط
کو پڑھا تو فرمایا کہ اس کا میرے پاس کچھ جواب نہیں جب ابن زیاد نے سُنا کہ امام حسینؑ نے میرے خط کا کچھ
جواب نہ دیا تو اسکو بہت غصہ آیا اور عمر ابن سعد وقاص کے ساتھ موافق روایت ریاض الشہادۃ قمقام
زخار چار ہزار سوار اور منظاہر الادیان کی روایت کے موافق پانچہزار سوار کر کے طرف کربلا کی روانہ کیا۔

تیسری فصل محرّم کے واقعات قمقام زخار میں ہے کہ ارباب سیر و تواریخ و حدیث اس
پر متفق ہیں کہ عمر بن سعد بن ابی وقاص تیسری تاریخ محرم کی ۶۱ھ کو معہ چار ہزار سواران منافق
زمین کربلا پر وارد ہوا۔ اور ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ جلاء العیون میں فرماتے ہیں کہ جب دوسرا روز
ورود امام حسینؑ کا ہوا تو عمر سعد چار ہزار سوار منافقین کو لیکر کربلا میں پہنچا اور برابر امام سعید کے اترا
ابو مخنف کے مقتل میں ہے۔ اِنّ عمر ابن سعد عبر الفرات وصار یخرج کل لیلۃ ویبسط
بساطاً ویدعو الحسینؑ ویتحدثان حتیٰ یمضی من اللیل شطرہ یعنی عمر سعد یہ کرتا تھا
کہ فرات کے اس پار اُتر کر ہر شب تھوڑا سا فرش بچھا کے حضرت امام حسینؑ کو بلاتا تھا اور باہم باتیں ہوا
کرتی تھیں تا اینکہ تھوڑی رات گذر جاتی تھی۔ اور صاحب مائتین نے جو تحریر فرمایا ہے ثم کتب خولی
الی ابن زیاد ان عمر ابن سعد یعبر الفرات ویبسط بساطاً یناجی مع الحسینؑ علیہ السلام
یعنی خولی نے ابن زیاد کو لکھا کہ عمر سعد دریائے فرات اُتر کر جاتا ہے اور فرش بچھا کر بیٹھتا ہے۔ اور سرگوشیاں
کرتا ہے اور باہم امام حسینؑ کے اور اس کے راز کی باتیں ہوا کرتی ہیں۔ ان تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے
کہ عمر سعد اس پار فرات کے اترتا تھا۔ بہر نوع عمر سعد نے پہلے عروہ بن قیس کو امام حسینؑ کے پاس بھیجنا
چاہا کہ وہ کربلا میں ان جناب کے تشریف لانے کا سبب دریافت کرے ملائے مجلسی ثانی فرماتے ہیں چونکہ
یہ ملعون حضرت کی طلب کا خط کوفہ سے لکھ چکا تھا اس سبب سے نہ گیا پس کثیر بن عبد اللہ شریر بد
ذات کو بھیجا۔ قمقام میں ہے کہ ابو ثمامہ صائدی نے اس شقی سے کہا کہ بغیر ہتھیاروں کے جا اُس نے
بغیر ہتھیاروں کے امام حسین علیہ السلام کے پاس جانا قبول نکیا اور پلٹ گیا اور عروہ بن قیس احمسی اور دیگر
ناموران کوفہ نے بسبب خطوط لکھنے کے امام حسینؑ کے پاس جانیسے انکار کیا۔ پھر عمر سعد نے قرہ بن قیس حنظلی
کو بھیجا قرہ نے سلام کر کے سبب تشریف آوری دریافت کیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھکو کوفیوں نے

خط بھیجکر بلایا ہے اگر میرا آنا تمہاری طبع کے خلاف ہے تو میں پلٹ جاؤنگا قرہ نے یہ سُنکر واپسی کا قصد کیا حبیب ابن مظاہر نے کہا تو امامؑ کے پاس آکر پھر قوم شریر و ستمگار کے پاس جاتا ہے قرہ نے کہا پہلے میں جوابدوں پھر اس باب میں فکر کرونگا - یہ کہکر قرہ واپس آگیا اور عمر سعد کو جواب بتایا اس نے ابن زیاد کو واپس جانیے امام حسینؑ کے خبر دی - حسان بن قائد بن بکر عبسی کہتا ہے کہ میں اسوقت ابن زیاد کے پاس تھا جس وقت ابن زیاد کا خط پہنچا ابن زیاد نے کہا کہ ہمارے جنگل میں آگئے ہیں اب کسی طرح انکو رہائی نہ ملیگی - فوراً ایک خط اس مضمون کا ابن سعد کو لکھا کہ بیعت یزید کی امام حسینؑ سے لے اگر انکار کریں تو سر کاٹکر میرے پاس بھیجدے اور ان پر پانی بند کر

چوتھی اور پانچویں فصل محرم کے واقعات

جب چوتھی تاریخ ابن زیاد کا خط عمر سعد کے پاس آیا - تو عمر سعد نے وہ خط امام حسین علیہ السلام کو اسلئے نہ دکھایا کہ وہ جانتا تھا کہ کسی طرح وہ جناب فاسق و فاجر کی بیعت کو قبول نہ فرمائینگے - تمقام میں ہے کہ ابن زیاد نے بعد خط بھیجنے کے امیر پیچھے امیر کے اور سرہنگ عقب سرہنگ ہمراہ لشکر کربلا کو روانہ کرنے شروع کر دیئے اور آپ دارالامارہ سے باہر آکر نخیلہ میں کربلا سے تخمیناً نو کوس پر قیام کیا - امالی میں شیخ صدوق کے نزول ابن زیاد کا نخیلہ میں لکھا ہے اور ابن زیاد نے عمر بن حجاج کو پانچسو سوار اور محمد بن اشعث کو ایکہزار سوار اور یزید بن رکاب اور نصر بن خرشہ اور عروہ بن قیس کو دو دو ہزار سوار اور خولی بن یزید اصبحی اور قسم او رمضائر بن رہینیہ مازنی اور بکر بن کعب بن خرشہ کو تین تین ہزار سوار اور ابن انس نخعی اور شیث ابن ربعی کو چار چار ہزار سوار اور عامر بن صربمیہ کو ۶ ہزار سوار اور حصین بن نمیر کو آٹھ ہزار سوار اور ابو قدار باہلی کو ۹ ہزار سوار پر افسر کر کے کربلا کو روانہ کرنا شروع کر دیا - اہل سیر و اخبار کے نزدیک تعداد لشکر ابن زیاد کے اختلاف ہے - مولانا قزوینی ریاض الشہادۃ میں فرماتے ہیں کہ بروایتے بائیس ہزار سوار اور بروایتے تیس ہزار سوار اور موافق ایک روایت کے ستر ہزار سوار اور دوسری روایت کیموافق ایک لاکھ سوار فرزند رسولِ مختار کے قتل کیلئے کربلا میں مجتمع تھے - اور ابو مخنف کے مقتل میں ہے کہ ابن لوط بن یحیٰی ازدی سے روایت ہے کہ کربلا میں ابن سعد کے پاس اسّی ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادے تھے بعد اس کے ابن زیاد نے سلسلہ بندی رسالونکی موقوف کر دی - دس دس بیس بیس آدمی جو میسر آتے گئے برابر ابن سعد کے پاس کربلا کو روانہ کرنے شروع کر دیئے اور عام طور سے حکم کر دیا کہ جو شخص کربلا کو برائے قتل امام حسینؑ نہ جائیگا میں اس کا گھر لُوٹ لونگا اور قتل کرونگا - روضۃ الصفا میں ہے کہ کوفہ کے لوگ امام حسینؑ سے لڑنا پسند نہ کرتے تھے بعضے ایسے تھے کہ مجبوراً جا کے پلٹ آتے تھے ابن زیاد نے سعد ابن عبد الرحمٰن کو مقرر کیا کہ تخلف والے لوگوں کو ڈھونڈھے

سعد ایک نفر شامی کو ابن زیاد کے پاس متخلفین میں سے پکڑ لیگیا فوراً ابن زیاد نے انکو گردن ماردیا پھر
کسی کو انکار کی جرات نہ ہوئی۔ مویداسکی وہ خبر ہے کہ جو تمقام میں سعید بن عبداللہ سے روایت ہے سعید
نے کہا میں نے مشائخ کوفہ سے چند آدمیوں کو دیکھا کہ روز عاشورہ لڑائی کیوقت وہ ایک ٹیلے پر چڑھ گئے
تھے اور امام حسینؑ کے مظفر اور منصور ہونیکی دعا کرتے تھے۔ اور اللّٰہم انزل نصرک اللہم انزل نصرک کہہ
رہے تھے مینے کہا کہ اس رونے اور دعا کرنے سے کیا ہوگا اگر زبان و دل تمہارا ایک ہے تو اترآؤ اور امام کی نصرت کرو
اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دل سے لڑنا نہ چاہتے تھے بلکہ بخوف ابن زیاد کوفہ سے چلے آئے تھے بحرالمصائب
میں ہے کہ کوفہ سے اس کثرت سے فوج چلی آتی تھی کہ تمام راہ اور صحرا میں جہانتک نگاہ کام کرتی تھی فوج کی
سیاہی مانند رات کے دکھائی دیتی تھی۔ مولف کہتا ہے کہ تھوڑے سے آدمیوں پر اسقدر فوج کا ہجوم اللہ اللہ
وہ لوگ کسقدر شقی تھے۔ اور اس سے دبدبہ بھی شجاعان خاندان رسالت کا ظاہر ہوتا ہے اور بحرالمصائب
میں ہے فاجتمعت العساکر فی ستۃ مائۃ الف وعشرین الف فارس یعنی ۶ لاکھ اور بچیس ہزار
پیادے اور سوار اور ملازم اور غلام و رعایا ابن زیاد اور یزید کے کربلا میں عمر سعد کے پاس جمع تھے کاتب
الحروف کہتا ہے کہ بعد رسالہ بندی کے جو عام طور سے مکان کوفہ اور رعایا برابر چلی آتی تھی اسوقت یہ مقدار
لشکر کی ہوگئی ہوگی اور یہی سبب اختلاف تعداد لشکر کا بھی معلوم ہوتا ہے اور اسقدر لشکر کثیر مدۃ قلیل میں
مجتمع ہونیکی یہ وجہ معلوم ہوئی کہ صاحب تمقام نے لکھا ہے کہ دیلمیوں نے خروج کرکے قزوین پر قبضہ کرلیا تھا
ابن زیاد نے عمر سعد ابن وقاص کو اس مہم کیلئے مامور کیا تھا۔ اور ابن سعد نے کوفہ سے نکلکر حمام اعین میں لشکر
گاہ قرار دی تھی جب ابن زیاد نے خبر پائی کہ جناب امام حسین علیہ السلام کربلا میں تشریف لائے ہیں تو ابن زیاد
نے وہ مہم روک لی اور کربلا کا انتظام مقدم سمجھا۔ اور عمر سعد سے کہا کہ پہلے تو اس قصہ کو سمیٹ بعد اسکے دیلمیوں کے
استیصال کو قزوین پر دیکھیا اور پھر حکومت ملک رے کی لینا پس عمر سعد کو معہ لشکر کربلا کیطرف فوراً روانہ کیا
حمام اعین کیواسطے تمقام میں ہے حمام اعین بتشدید المیم بالکوفۃ ذکرہ فی الاخبار و مشہور منسوب
الی اعین مولی سعد بن ابی وقاص یعنی حمام اعین بہ تشدید میم ہے منجملہ کوفہ کے اس کا ذکر اخبار میں
ہے اور یہ جگہ مشہور ہے اور اعین غلام سعد بن ابی وقاص کیطرف منسوب ہے۔ **چھٹی تاریخ محرم کے**
واقعات جلاء العیون میں ہے کہ جب چھٹی تاریخ محرم کی کثرت لشکر ابن زیاد کو حبیب ابن مظاہر نے
دیکھا تو امام حسین علیہ السلام کیخدمت میں عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں حاضر ہوں کہ جاؤں اور جو بنی

اسد میرے ہمقوم وہاں رہتے ہیں انکو مدد کیواسطے لے آؤں حضرتؑ نے انکو اجازت دی وہ گئے اور نوے آدمی اپنے ہمراہ لیکر چلے کسی شخص نے غاضریہ والوں میں سے اسکی خبر عمر سعد کو کردی۔ اُسنے ارزق شامی کو معہ چار سو سوار روکنے کو بھیجا راہ میں باہم مقابلہ ہوکر لڑائی ہوئی۔ بسبب تہوڑی مقدار کے بنی اسد مجروح ہوکر واپس گئے۔ اور حبیب ابن مظاہر واپس آئے اور امام حسین علیہ السلام سے سب واقعہ بیاں کیا حضرت نے فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور محمد حسن قزوینی ریاض الشہادۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نوے آدمی جو غاضریہ سے چلے تھے تو افسران کے عبد اللہ بن کثیر تھے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حبیبؓ ابن مظاہر نے ہر چند ارزق کو روکنے سے منع کیا مگر اس پر کچھ اثر نہوا کچھ لوگ زخمی ہوئے باقی لڑنے کی تاب نہ لاکر واپس گئے اور حبیب ابن مظاہر تنہا واپس آئے اور ماتین میں ہے کہ یہ واقعہ محرم کی چھٹی تاریخ کا ہے اور رات کا وقت تھا بنی اسد کے اور امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے درمیان تہوڑا ہی فاصلہ تھا جو ارزق شامی سے مقابلہ ہوگیا۔ اور بھاری لڑائی ہوئی۔ حبیب بن مظاہر نے ارزق کو سمجھایا۔ مگر اسنے قبول نکیا اور بنی اسد پلٹ گئے بلکہ عمر سعد کے شبخون مارنیکے خوف سے جگہ چھوڑ کر کہیں چلے گئے اور گیارہویں تاریخ جب عمر سعد چلا گیا اسوقت واپس آئے۔ پھر ماتین میں ہے ورجعت خیل ابن سعد حتی نزلوا علی شاطی الفرات فحالوا بین الحسین واصحابہ وبین الماء یعنی لشکر ابن سعد کا اس لڑائی سے پلٹکر شط فرات پر اُترا اور درمیان امام حسینؑ اور انکے اصحاب اور ہمراہیوں اور فرات کے پانی کے بیچ میں ہوگیا صاحب ماتین فرماتے ہیں کہ ان لوگونکا فرات پر اُترنا اگرچہ بظاہر عمر سعد کے حکم سے نتھا اسلئے کہ اس روایت میں اسکی تصریح نہیں مگر اتفاقاً ایسا ہوگیا کہ ارزق شامی معہ اپنے ہمراہیوں کے وہاں اُتر پڑا حبیب ابن مظاہر کا برائے طلب مدد تنہا جانا مقام میں بھی جیسا کہ ماتین اور ریاض الشہادۃ اور جلاء العیون میں ہے اور تنہا پلٹ آنا مرقوم ہے اور ان چار کتابوں میں کسی شخص کا اس واقعہ میں شہید ہونا نہیں لکھا۔

ساتویں محرم کے واقعات چونکہ ابن زیاد کا حکم برابر چلا آتا تھا کہ امام حسین علیہ السلام پر سختی کرو اور پانی بند کردے اور فوجیں بھی بکثرت آگئیں تو ساتویں تاریخ حضرت پر پانی بند ہوگیا۔ ماتین میں ہے کہ المشہور ان الحسینؑ منع من الماء من الیوم السابع او من اللیلۃ الثامنۃ یعنی یہ امر مشہور ہے کہ امام حسین علیہ السلام پر ساتویں تاریخ سے پانی بند کر دیا گیا یا آٹھویں رات میں ہوا اور پانی بند کرنے کا امام حسینؑ پر یہ سبب بڑا تھا کہ ابن زیاد جانتا تھا کہ امام حسینؑ اور ان کے اہل خاندان اور بلکہ اصحاب اور انصار بھی آپکے اعلیٰ درجہ کے بہادر اور جوانمرد ہیں۔ اور ہر چند پہلے سے ابن زیاد کا حکم پانی رکنے کا تھا مگر

ساتوین تاریخ سے بھاری انتظام ہوگیا۔ مقتل کی کتابوں میں ہے اول من بعثہ عمر ابن سعد لحراستہ الماء هو عمر ابن الحجاج فی خمس مائة فارس فنزلوا علی المشرعة وحالوا بین الحسین علیه السلام واصحابه یعنی جسکو ابن سعد نے پانی گھیرنے کیلئے سب سے پہلے بھیجا وہ شخص عمر بیٹا حجاج کا تھا اس ملعون کے ساتھ پانچسو سوار تھے یہ سب فرات کی نہر پر اُتر پڑے اور درمیان میں امام حسین علیہ السلام کے لشکر اور پانی کے حائل ہوگئے۔ اسی مطلب کو بلبلِ مرغزار خوش بیانی سحبانِ ثانی میر نواب مونس طاب ثراہ نے اپنے ایک سلام میں نظم فرمایا ہے ؎ دوسری کو خامس آلِ عبا داخل ہوئے ✤ ساتویں سے ظالموں نے بند پانی کر دیا ✤ اور بھی ناسخ میں ہے کہ جسوقت خولی نے ابن زیاد کو تحریر کے ذریعہ سے یہ خبر دی کہ عمر سعد نہر اُتر کر امام حسین علیہ السلام کے پاس جاتا ہے اور فرش بچھا کر بیٹھتا ہے اور سرگوشیاں اور راز کی باتیں کرتا ہے تو اسوقت سے ابن زیاد کسی قدر مشکوک ہوگیا اور اس قدر شک پڑ جانے کے سبب سے ابن زیاد نے حجر بن حُر کو حکم دیا ان ینزل علی مشرعة الغاضریة ویمنع الحسین واصحابه عن الماء یعنی جب تو دریا کے کنارے غاضریہ کے گھاٹ پر اُترے حسینؑ اور ان کے ہمراہیوں پر پانی بند کر دے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے ساتھ دو ہزار سوار تھے وفی البحار اربعة آلاف فارس اور بحار الانوار کی روایت کے موافق اس کیساتھ چار ہزار سوار تھے اور حُر کا امام حسینؑ کے ساتھ برتاؤ دیکھکر ابن زیاد کو بدگمانی ہوگئی تو شیث بن ربعی کو مقرر کیا چنانچہ اس مردود کیلئے لکھا ہے فلهذا بعث بعد تامیره شیث بن ربعی وعقد له رایة علی اربعة آلاف فارس یعنی اسی بدگمانی کی نظر سے بعد بھیجنے حجر بن حر کے شیث بن ربعی کو بھیجا اور اسکو چار ہزار سوار پر امیر کر دیا وامره ان ینزل علی مشرعة ویضیق علی الحسین واصحابه اور اسکو حکم دیا کہ گھاٹ پر فرات کے اترنا اور بڑی سختی کے ساتھ امام حسین علیہ السلام سے پیش آنا کہ ان تک اور انکے اصحاب تک پانی نہ پہنچے صاحب ناسخ بعد اس کے فرماتے ہیں کہ ان روایتوں کے موافق پانی روکنے والونکی مقدار ساڑھے آٹھ ہزار تک پہنچتی ہے یا قریب اس کے۔ اور اگر ارزق شامی کو معہ اسکے ہمراہیوں کے اسمیں شامل کیا جائے تو پانی روکنے والونکی تعداد قریب گیارہ ہزار کے ہوتی ہے۔ کاتب الحروف لکھتا ہے کہ چار ہزار سوار تو حجر بن حُر کے ساتھ تھے اور چار ہزار سوار شیث بن ربعی کے ساتھ اور پانچسو عمر بن حجاج کیساتھ اور چار سو سوار ارزق شامی کے ساتھ تو یہ کل پانی روکنے والے آٹھ ہزار نو سو قرار پاتے ہیں قریب گیارہ ہزار کے نہیں ہوتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب ناسخ نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ اسرار الشہادة میں عبداللہ انبازی سے

روایت ہے کہ اسحاق بن حثوہ کو پانی کے روکنے میں بڑی شقاوت تھی۔ یہانتک کہ جب اس شقی اور بدذات
اور ملعون نے اپنی سرگذشت عذاب میں گرفتار ہونکی امام حسین علیہ السلام کی دعا سے عبداللہ انباری کو
سنائی یہ بھی کہا کہ میں رات اور دن کسی وقت نہ سوتا تھا کہ میری طرف سے گھاٹ پر حفاظت پوری ہو اور پانی کے
بند کرنیکا پورا اہتمام کروں اور میں نے ان محافظوں کو جو میری ماتحت تھے اور میں ان پر امیر تھا قطعی حکم دیا کہ پانی
کا برتن بھی اپنے پاس نہ رکھیں اس خوف سے کہ شاید امام حسین علیہ السلام کی پیاس سے کسی کا دل دکھ جائے اور
اس ظرف میں انکو پانی دیدے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ شاید اسحق بن حثوہ کے پاس جن پر وہ امیر تھا دو
ہزار آدمی ہونگے۔ جس کے سبب سے صاحب مائتین نے قریب گیارہ ہزار کے پانی روکنے والے لوگونکی مقدار
لکھی ہے۔ خیال کرنا چاہئے کہ گیارہ ہزار سوار فرات کا پانی گھیرے ہوئے تھے تو یہ مقدار کسقدر دور تک پڑی
ہوگی میرے خیال میں یہ ہے کہ کئی میل تک جنگل بھر رہا ہوگا۔ اور بحار الانوار اور جلاء العیون اور مائتین اور ریاض
الشہادۃ وغیرہم کتب میں ہے کہ جسوقت امام حسین علیہ السلام پر پانی بند ہوا اور حضرت برادران کے انصار
پر پانی نہ ملنے کے سبب سے پیاس کی بہت شدت ہوئی تو جناب امام حسین علیہ السلام اپنے ہاتھ میں بیلچہ
لیکر خیمہ کی پشت پر تشریف لائے اور چند قدم گن کر قبلہ کیطرف چلے۔ جلاء العیون میں ہے کہ نو قدم شمار
کرکے پشت خیمہ سے طرف قبلے کی چلے تھے۔ اور ریاض الشہادتین میں ہے کہ تین قدم رو بقبلہ چلے تھے
اور مائتین میں انیس قدم پشت خیمہ سے قبلہ کیطرف جانا امام حسین علیہ السلام کا لکھا ہے بہر نوع اسجگہ اپنے
دست مبارک سے کچھ زمین کھودی فوراً ایک چشمہ میٹھے پانی کا بہنے لگا۔ اس پانی کو جناب امام حسینؑ
اور ان کے اصحاب نے پیا اور پکھالیں بھر لیں۔ پھر وہ چشمہ غائب ہوگیا۔ یہ امر لائق غور ہے کہ کنواں اس
زمین میں ہر مقام پر کھد سکتا تھا۔ قدم گنکر تخصیص ایک جگہ کی کیسی۔ اس قدموں کے شمار سے ہی ظاہر
ہوگیا۔ کہ ضرور جناب امام حسین علیہ السلام بعلم امامت جانتے تھے کہ اس مقام پر آب شیریں کا چشمہ برآمد ہوگا
اور دوسرا امر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ اسجگہ کو امام حسین علیہ السلام نے خاص اپنے دست مبارک سے بیلچہ لیکر
کھودا اور جلد وہ چشمہ بہنے لگا۔ باوجودیکہ اب جو وہاں کنواں کھودا جاتا ہے تو پانی بہت دور نکلتا ہے بلکہ بار دگر
جو حضرت عباس علیہ السلام نے کنواں کھودا اسمیں پانی نہ نکلا حالانکہ بہت گہرا کھودا تھا۔ جیساکہ ابو مخنف کے
مقتل میں ہے۔ تیسرے یہ کہ تمام عراق اور کربلا میں جسقدر کنوئیں ہیں وہ سب کھاری ہیں اور اس چشمہ کا
میٹھا پانی تھا۔ یہ سب امور اس پر دال ہیں کہ یہ کرامت اور معجزہ امام حسینؑ کا تھا اور امام حسینؑ نے کسی

صحابی اور ناصر بلکہ اپنے بھائی حضرت عباس علیہ السلام سے فرمایا کہ تم اسجگہ کو کھودو بلکہ خود اسکو کھودا چونکہ
یہ معجزہ تھا جو امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوا اگر کوئی اور اسکو کھودتا تو کبھی یہ چشمہ ظاہر نہوتا جب کہ
معجزہ ہونا اس چشمہ کا معلوم ہو گیا تو کہا جاتا ہے کہ وہ پانی ضرور بہشت کا تھا جو آخری غذا جناب امام حسینؑ
کا ہوا۔ اور بعد اسکے حضرت کو پانی پینا میسر نہوا۔ اور اول غذا تو جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی زبان مبارک کا شیر تھا اور آخر کو یہ پانی تھا دونوں جنت کی نعمتیں تھیں۔ میری روح قربان ہو ایسے
آقائے نامدار کے جو بعد اس آب جنت کے پینے کے تین روز کے بھوکے پیاسے شہید ہو گئے۔ اسی مطلب کو
صاحب مائتین نے تحریر فرمایا ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے تعجب نہیں کہ اس چشمے کا حال جناب امام حسین علیہ
السلام کے خاص صحیفہ میں ہو۔ اور اسی سبب سے آپ نے بنفس نفیس اسے کھودا **آٹھویں محرم کے**
واقعات جسوقت وہ چشمہ جسکو امام حسین علیہ السلام نے کھودا تھا غائب ہو گیا اور حضرت عباس علیہ
السلام نے جو کنواں کھودا اسمیں پانی نہ نکلا اور اہلبیتؑ و انصار پر امام حسین علیہ السلام کے پیاس کی
شدت نہایت ہوئی تو امام حسین علیہ السلام کو بہت فکر ہوئی۔ ریاض الشہادۃ اور جلاء العیون اور
مائتین میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے اپنے بھائی علمدار جناب ابو الفضل العباس علیہ السلام کو اپنے
پاس طلب فرمایا اور حکم دیا کہ دریائے فرات سے پانی لاؤ۔ اور بیس مشکیں دیکر تیس سوار اور بیس پیدل ہمراہ کر کے
طرف فرات کی روانہ فرمایا۔ یہ سب سعادتمند آدھی رات کے قریب نہر فرات پر پہنچے عمر بن حجاج نے پکار کر
کہا کہ تم کون لوگ ہو۔ ہلال ابن نافع ناصر امام حسین علیہ السلام نے کہا کہ میں تیرا چچیرا بھائی ہوں پیاسا ہو کر فرات
سے پانی پینے آیا ہوں۔ اس نے کہا اچھا پی لو خدا تمکو گوارا کرے۔ ہلال ابن نافع نے کہا وائے ہو تم پر کہ مجھکو تو پانی
پینے کی اجازت دیتے ہو اور فرزند رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مع اپنے ہمراہیوں کے پیاسے ہیں۔ تم نے ان
پر پانی بند کر دیا ہے۔ عمر بن حجاج نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو مگر ہمکو ہمارے حاکم کا یہی حکم ہے ہم اسکو ضرور پوری
طرح بجا لائیں گے۔ ہلال ابن نافع نے اپنے لوگوں کو پکارا اور کہا کہ پانی بھر لو یہ سنکر وہ لوگ فرات میں داخل
ہو گئے۔ ادھر حجاج نے اپنے لوگوں کو للکارا وہ بھی آ گئے اور بڑی لڑائی ہوئی۔ امام حسین علیہ السلام کے
انصار کچھ پانی بھرتے تھے اور کچھ لڑتے تھے جب بیسوں مشکیں بھر گئیں تو بڑی شجاعت سے لڑ بھڑ کے
جناب عباس علیہ السلام مع جملہ ہمراہیوں کے مشکیں لیکر اپنے مقام پر پہنچ گئے۔ اور اس لڑائی میں کوئی
شخص امام حسین علیہ السلام کے لشکر کا شہید نہیں ہوا علمائے معتبرین کی کتابوں میں ہے کہ اسی سبب سے

حضرت ابوالفضل العباس ماہ بنی ہاشم کا سقائے اہلبیت لقب ہے۔

نویں تاریخ محرم کے واقعات

جلاء العیون میں ہے کہ بحوالہ ارشاد شیخ مفیدؒ یہ مرقوم ہے کہ جب عمر سعد نے ابن زیاد کو اسکی خبر دی کہ امام حسینؑ مدینے کے واپس جانے کو یا کہیں اور چلے جانیکو فرماتے ہیں تو یہ رائے اسکو پسند آئی اور شمر لعین جو وہاں تھا اسنے کہا کہ حسینؑ تیرے پھندے میں آگئے ہیں جس طرح ہو تو یزید کی بیعت اُنسے لے یا انکو درصورتِ انکار بیعت قتل کر اور ابن زیاد کو یہ بھی خبر ملی کہ امام حسین علیہ السلام کنواں کھود کر پانی پیتے ہیں اور ساز کر لینے کی امام حسینؑ سے عمر سعد کی بھی معرفت خولی کے اس نے خبر پائی تو شمر کو ابن زیاد نے طرف کربلا کی بھیجا اور ایک خط عمر سعد کو لکھا کہ اگر تجھ سے ہوسکے تو امام حسینؑ کو تنگ پکڑ اور کسی طرح انکو پانی نہ پینے دے اور قتل کر دے اور اگر تجھ سے یہ کام نہو سکے تو فوراً تو سرداری سے لشکر کی جدا ہوجا اور شمر کو لشکر کی سرداری دیدے۔ مولانائے موصوف فرماتے ہیں کہ شمر یہ حکم لیکر نویں تاریخ کربلا میں وارد ہوا اور عمر سعد کو وہ خط دیا۔ اور زبانی بھی اسکی تاکید کی۔ عمر سعد نے شمر سے کہا کہ تجھ کو مجھ سے اور امام حسین علیہ السلام سے کیسی عداوت ہے۔ میں یہ چاہتا تھا کہ صلح ہوجائے۔ تو نے ابن زیاد کو بہکا کر صلح نہونے دی۔ سب تدبیر بگاڑ دی۔ شمر نے کہا زیادہ تقریر فضول ہے اور رنج و ملال کا باعث ہے تو اپنے دل اور ارادہ کی بابت بتا کہ تیرے دلمیں کیا ہے۔ اگر تیرے دلمیں اطاعت اپنے سردار اور امیر کی ہے تو اسکو بجالا اور امام حسینؑ سے لڑ اور تقریر کو طول نہ دے۔ اور اگر تجھکو امام حسینؑ کا قتل کرنا منظور نہیں تو سرداری اس لشکر کی مجھے دے۔ عمر سعد نے کہا کہ میں لشکر کی سرداری کبھی نہ چھوڑونگا اور امام حسینؑ کو قتل کر کے ملک رے کی حکومت لونگا۔ اور اس شقاوت کا میں ہی سرانجام کرونگا۔ مینے تجھکو پیادوں کا سردار کیا۔ قمقام میں ہے کہ عمر سعد جو امام حسینؑ علیہ السلام سے ملتا تھا۔ یہ خبر پاکر ابن زیاد ناخوش اور نارضامند ہوا۔ جویرہ بن بدر تمیمی کو بلا کر روانہ کیا۔ اس سے کہدیا کہ اگر ابن سعد امام حسینؑ سے لڑنے میں پہلو تہی کرے تو اسکو قید کرلے تاکہ میں دوسرا شخص لشکر کا سردار بھیجدوں۔ جویرہ جسوقت کربلا کو روانہ ہوا تو ابن زیاد کو یہ فکر ہوئی کہ اگر جویریہ نے عمر سعد کو قید کرلیا تو لشکر بے سردار کا ہوجائیگا۔ فوراً شمر کو اپنا خط دیکر کربلا کو روانہ کردیا سعد بن عبیدہ کہتا ہے کہ بسبب لو چلنے کے عمر سعد ایک سرد مقام پر بیٹھا تھا اور میں اس کے پاس تھا جو ایک شخص جلد جلد آیا اور عمر سعد کے کان میں کہا کہ ابن زیاد نے جویریہ بن بدر کو اسلئے بھیجا ہے کہ اگر تو ذرا بھی امام حسینؑ سے لڑنے میں تامل کرے تو تجھکو قتل کردے۔ عمر سعد اس خبر کے سنتے ہی فوراً کھڑا ہوگیا اور ہتھیار اپنے جسم پر سج لئے اور جنگ پر آمادہ ہوگیا۔ اور شمر بھی اسوقت روز پنجشنبہ نویں تاریخ محرم کی کربلا میں آگیا

اور خط عمر سعد کو دیا۔ شمر اور عمر سعد میں وہی گفتگو ہوئی اور شمر کو عمر سعد نے پیادوں کا سردار کر دیا اور عمر سعد سوار ہو کر اور اپنی فوج تیار کر کے لشکر قلیل امام حسین علیہ السلام کیطرف چڑھ گیا۔ عمر سعد کے سوار نعرہ مارتے تھے اور ہتھیاروں کی کھڑبڑ اور گھوڑوں کی تگاپو کے غل اور شور نے بچوں اور اہل حرم کے دل ہلا دیئے۔ ریاض الشہادۃ میں بحوالۂ ارشاد شیخ مفیدؒ لکھا ہے کہ اس بے ادبی اور ہجوم کو دیکھکر حضرت ماہ بنی ہاشم جناب ابوالفضل العباسؑ اپنے بھائی جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمتمیں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ لشکر عمر سعدؔ کا لڑنیکو چڑھ آیا ہے امام حسین علیہ السلام نے ارادہ عمر سعدؔ کا دریافت کرنے کو حضرت عباس علیہ السلام سے فرمایا۔ یہ حضرت معہ بیس سواروں کے گئے اور پیام امامؑ پہنچایا۔ عمر سعد نے کہا کہ ابن زیاد کا حکم یہ ہے کہ آپ اطاعت یزید کی اختیار کریں۔ ورنہ ہم آپ سے لڑیں گے۔ حضرت عباس علیہ السلام نے واپس آکر جواب عرض کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے ایکرات کی مہلت طلب کرنیکو فرمایا۔ حضرت عباسؑ نے آکر جواب امام حسینؑ علیہ السلام کا عمر سعد کو دیا۔ عمر سعد نے اپنے لشکر سے اس باب میں صلاح لی۔ شمر لعین بیدین نے انکار کیا۔ عمر سعد نے کہا مہلت نہیں۔ یہ سنکر لشکر میں غل پڑ گیا۔ ابو سفیان کندی اور عمر بن حجاج نے کہا کہ اے قوم تم کسقدر بیحیا ہو۔ اگر کوئی کافر ایکرات کی مہلت مانگتا تو اسکو بھی مل جاتی۔ یہ تو مسلمان اور رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نواسے ہیں۔ انکو ایکرات کی مہلت دینے میں کیوں انکار ہے۔ جب لشکر سے یہ غل اٹھا تو شمر اور عمر سعد کو اس کا خوف ہوا۔ کہ کہیں لشکر نہ بگڑ جائے۔ فوراً کہا قد امھلنا کم الیٰ غداً یعنی ہمنے تمکو کل صبح تک کی مہلت دی۔ حضرت عباس علیہ السلام نے یہ جواب عمر سعد کا امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا۔ اور لشکر عمر سعد کا پلٹ گیا۔ اور اصحاب امام حسین علیہ السلام اپنے خیموں میں داخل ہوئے۔ **نویں تاریخ کی شام کا احوال** تبر المذاب میں ہے کہ شمر لعین بیدین نے عمر سعد سے حضرت عباس علیہ السلام اور انکے حقیقی بھائیوں کیلئے امان لے لی تھی اور اسکی وجہ یہ تھی کہ ماں انکی حضرت ام البنین خزام کلابیہ کی بیٹی تھیں۔ اور کتاب مناقب میں ہے کہ ماں حضرت عباسؑ کی کلابیہ تھیں۔ اور کتاب مناقب میں ہے کہ شمر لعین بیدین بھی کلابی تھا۔ لہوف میں ہے کہ شمر نے پکار کر کہا کہ میرے بھانجے کہاں ہیں۔ یعنی حضرت عباس علیہ السلام اور ان کے بھائی۔ ان سب بزرگواروں نے کہا کہ تو کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا کہ تم میرے بھانجے ہو اسلئے تمکو امان ہے تمکو چاہیئے کہ تم ہماری طرف آجاؤ۔ یہ سنکر حضرت عباس علیہ السلام کو بہت غصہ آیا اور فرمایا کہ خدا تیرے

دونوں ہاتھ کاٹے اے لعین تو یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنے آقا نے کونین نور چشم جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دیں۔ اور یزید شقی اور زناکار اور شرابخوار کے تابع ہو جائیں۔ یہ بات ہم سے ہرگز نہ ہو سکیگی۔ یہ سنکر اسی ملعون کو غصہ آیا اور پلٹ گیا۔ ملائے مجلسیؒ نے بھی قریب اس کے لکھا ہے اور قمقام میں بھی ایسا ہی مذکور ہوا ہے۔ اور علاوہ اس کے قمقام ذخار میں یہ بھی مذکور ہے کہ عبداللہ بن ابی المحل بن خرام کلابی جو حضرت ام البنین کا حقیقی بھتیجا تھا اس نے ابن زیاد سے امان نامہ حضرت عباس علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا لکھا لیا تھا۔ اس نے اپنے غلام کزمان کیساتھ عمر سعد کے پاس کربلا میں بھیجدیا **نویں محرم کے بعد شب شہادت یعنی دسویں شب کے احوال** قمقام میں ہے کہ امام راہ میں جس قبیلہ اور قریہ میں جاتے تھے وہاں سے دنیا طلب لوگ ساتھ ہو جاتے تھے۔ اس لئے کہ وہ لوگ جانتے تھے۔ کہ مہم خلافت ان کیواسطے مستقیم ہو گئی ہے۔ اور مروج الذہب میں مسعودی کہے ہے کہ اہلبیت اور اصحاب حضرت کے پانچسو سوار اور سو پیادے تھے۔ اور اہلسنت کے عالموں میں سے ابوالقاسم زیدی نے لکھا ہے کان یوم الحسین تاسوعاً الف فارس ومائۃ راجل وخمسین اھل السوق یعنی نویں تاریخ امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں ہزار سوار اور سو پیادے اور پچاس دوکاندار تھے جب رات ہوئی تو امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباسؑ سے فرمایا کہ تم ہمارے ساتھیوں کو ایک جگہ جمع کر دو۔ پس حضرت کے حکم سے سب خیمہ پر حضرت کے مجتمع ہو گئے۔ امام حسین علیہ السلام نے سب پر شفقت کی نگاہ ڈالی اور فرمایا رات کی تاریکی کا پردہ ہے۔ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ لوگ مجھے قتل کرینگے تم سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔ میرے ساتھ آپکو موت کے حوالہ نکرو میں تمہاری شکایت نہیں کرنے کا یہ سنکر جو جانیوالے تھے وہ تو چلے گئے اور جو رہنے والے تھے وہ رک گئے۔ پھر حضرت دوکانداروں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جو کل تک میرے ساتھ یہاں رہیگا۔ وہ زندہ نہ بچیگا۔ تمکو مناسب ہے کہ تم بھی چلے جاؤ تم اہل بازار ہو۔ تمہارے چلے جانے میں کوئی عیب اور برائی نہیں۔ یہ سنکر پچاس دوکانداروں میں سے بدبخت اور بدنصیب دوکاندار بمقدار چالیس عدد کے عمر سعد کے لشکر میں چلے گئے اور دس دینیدار نیکبخت دوکانداروں نے جانے سے انکار کیا اور عرض کیا کہ یا حضرت اب ہم کہاں جائیں گے جو لوگ چلے گئے ان کے پاس بہت سامال تھا۔ ہمارے پاس تو جان کی دولت ہے۔ ہمکو مال قلیل دنیا کا کچھ خیال نہیں۔ ہم تو آپ پر جان کی دولت قربان کرینگے۔ امام حسین علیہ السلام نے انکے حق میں دعائے خیر کی

اور فرمایا کہ خاطر جمع رکھو تم سب جنت کے بازار والوں کے سردار ہوگے۔ اور رسالۂ مجلسی ثانی جلاء العیون میں فرماتے ہیں۔ کہ بتیس نفر عمر سعد کے لشکر سے نکلکر اس رات میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں آکر مل گئے۔ اور قمقام میں بھی ایسا ہی ہے اور جلاء العیون میں ہے اس شب دہم قیامت کی رات ہیں محمد بن بشیر حضرمی سے جناب امام حسینؑ نے فرمایا کہ تیرا بیٹا قید ہوگیا ہے میں تجھے بھی رخصت کرتا ہوں اس کے چھڑانے کی فکر کر۔ اس نے جواب دیا کہ مجھکو درندے پھاڑیں اگر میں آپ سے جدا ہوں یہ سن کر حضرت نے پانچ کپڑے کہ ہزار درہم کی قیمت کے تھے دیکر فرمایا کہ انکو اپنے بیٹے کے چھڑانے کیواسطے بھیج دے۔ اور ایسا ہی ریاض الشہادۃ اور قمقام میں مرقوم ہے۔ اور جلاء العیون میں ہے کہ جناب امام زین العابدینؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ عاشور کی رات میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے حکم دیا کہ سب خیمے اہل حرم اور اصحاب کے قریب قریب کھڑے کئے جائیں۔ پس حسب الحکم امام سب خیمے ایک جگہ کھڑے کردیئے اور ان کے گرد میں ایک خندق کھدوادی۔ اور جلنے کی چیزیں اور موافق ایک روایت کے تلواروں کے نیام بھی اسمیں ڈالکر روشن کردیئے۔ اس لئے کہ لڑائی ایک طرف سے ہو اور خیمہ لڑائی کیوقت پشت پر رہے اور آپ خدا کی عبادت میں مصروف ہوگئے۔ اور ایسا ہی قمقام میں ہے۔ ریاض الشہادۃ میں ہے کہ بُریر بن خضیر ہمدانی نے جناب امام حسین علیہ السلام کیخدمت میں عرض کی کہ اگر آپکا حکم ہو تو میں عمر سعد کے پاس جاؤں اور اسکو سمجھاؤں حضرت نے اجازت دی۔ بُریر بغیر سلام کئے عمر سعد کے جلسہ میں جا بیٹھے۔ عمر سعد کو غصہ آیا۔ اور کہا کہ اے بُریر کیا ہم مسلمان نہیں کہ جو تو نے ہمکو سلام نکیا بُریر نے کہا کہ حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمان وہ ہے جسکے شر سے مسلمان بیخوف ہوں تو نے اولاد پیغمبرؐ پر لشکر کشی کی ہے اور انکے قتل کا ارادہ رکھتا ہے کیا امام حسین علیہ السلام اور انکے ہمراہی مسلمان نہیں ہیں۔ تجھکو خدا سے کچھ شرم وحیا نہیں یہ سنکر عمر سعد تھوڑی دیر فکر میں رہا پھر کہا کہ میں جانتا ہوں کہ جو امام حسین علیہ السلام سے لڑیگا۔ وہ ضرور جہنم میں جائیگا۔ اور جو انکے حق کو پہچانے ضرور اسکی سزا عذاب شدید خدائے مجید ہے۔ مگر میں خوشنودی اپنے حاکم اور حکومت ملک رے کا خواستگار ہوں۔ بُریر یہ سنکر نا اُمید اٹھ آئے۔ اور رُوداد کو امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا امام حسینؑ نے فرمایا فمن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور شعر با سیہ دل چہ سود گفتن وعظ ❊ نرود میخ آہنی در سنگ ❊ اور بحر المصائب اور ابو مخنف کے مقتل وغیرہما کتب میں ملاقات عمر سعدؑ کی

امام حسین علیہ السلام کے ساتھ درمیان دونوں لشکر کے وقت شب مذکور ہے مگر کاتب الحروف کی نظر سے کسی رات کی تخصیص نہیں گذری۔ بعض قرائن کہتے ہیں کہ یہ واقعہ شب ۹ ہم یعنی شہادت کی رات کا ہو۔ اس ملنے کا یہ نتیجہ ہؤا۔ کہ عمر سعد لڑنے سے باز نہ رہا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ملک رے کے گیہوں کھانیسے محروم رہیگا۔ اس لعین بیدین نے ازراہ تمسخر کہا کہ مجھکو جو ہی کافی ہیں۔ وقت ملاقات عمر سعد کے ساتھ ایک اس کا بیٹا حفص اور دوسرا اس کا غلام درید تھا۔ اور امام حسین علیہ السلام کے جلو میں ایک حضرت عباسؑ اور دوسرے حضرت علیؑ اکبر ہم شبیہ پیغمبر صلعم تھے۔ اور کتب مصائب میں ہے کہ ہلال ابن نافع ناصر امام حسین علیہ السلام کہتے ہیں۔ کہ میں دسویں شب کو بارہ بجے سے پہلے امام حسین علیہ السلام کے خیمہ کے پاس کھڑا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرتؑ اپنے خیمہ سے باہر تشریف لائے اور انصار کے خیموں کی طرف چلے میں پیچھے پیچھے اس غرض سے چلا کہ دیکھوں حضرتؑ کہاں تشریف لئے جاتے ہیں۔ جسوقت حضرت انصار کے خیموں میں پہنچے تو دیکھا ابن عوسجہ اور حبیب ابن مظاہر تلواریں ٹیکے بیٹھے ہیں۔ اور گرد ان کے سارے اصحاب تلواریں لئے ہیں۔ اور مسلم بن عوسجہ ان سے کہہ رہے ہیں کہ صبح کو لڑائی ہوگی تمکو چاہئے کہ تم بنی ہاشم سے پہلے اپنی جانیں حضرت پر قربان کردو ایسا نہ ہو کہ تم سے پہلے کوئی شخص امام حسین علیہ السلام کے خاندان کا شہید ہو جائے تو قیامت کے دن ہم جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علیؑ مرتضیٰ اور فاطمہؑ زہرا کو کس طرح منہ دکھائینگے سب نے بخوشی کہا کہ ہم پہلے ان سے اپنی جانیں امام حسین علیہ السلام پر قربان کردیں گے۔ حضرتؑ نے انکے حق میں اچھی دعا کی۔ وہاں سے حضرتؑ اپنے عزیزوں کے خیموں کی طرف تشریف لائے دیکھا کہ جناب ابوالفضل العباسؑ ماہ بنی ہاشم مثل شیر درندہ دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے بیٹھے ہیں اور گرد ان کے سارے اہل خاندان ہتھیار سجے حلقہ کئے ہیں۔ اور حضرت عباس علیہ السلام ان سے فرما رہے ہیں کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند علیؑ مرتضیٰ کے دلبند سخت بلا میں گھر گئے اور صبحکو ضرور لڑائی ہوگی۔ تم سب پر مدد کرنی واجب ہے۔ ابتک تم ان کے عزیز تھے آئندہ آپکو انکا غلام سمجھو سنا ہے کہ انصار کہہ رہے ہیں کہ ہم امام حسین علیہ السلام کے عزیزوں سے پہلے حضرت پر نثار ہوں گے تمکو چاہئے کہ ان سے پہلے اپنی جانیں دو اگر وہ شہید ہو گئے اور تم بچ رہے اور صلح ہوگئی تو غیر آپسمیں چرچا کریں گے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عزیز تو بچا لئے اور انصار کو قتل کرا دیا۔ سب نے کہا کہ

اب ہمکو ایک دم کا زندہ رہنا ناگوار ہے۔ ہم سب انصار سے پہلے اپنی جانوں کو حضرت پر قربان کرینگے مگر ہم اجازت نہ ملنے سے مجبور ہیں۔ حضرت نے ان کے حق میں دعائے خیر کی اور اپنے خیمہ کیطرف واپس گئے اور خدا کی عبادت میں مصروف ہوگئے۔ غرضیکہ یہ رات آنحضرت پر بڑی سخت گذری جسکی تفصیل مصائب کی کتابوں میں ہے۔ یہ مختصر رسالہ تاریخی واقعات کا ہے۔ اس کے ذکر کی گنجائش نہیں رکھتا۔ کبھی عبادت باری تعالےٰ کرتے تھے۔ کبھی تسکین اہلبیت میں مصروف ہوجاتے تھے۔ واقعی یہ رات بڑی سخت تھی۔ **دسویں محرم روز عاشور قیامت کبریٰ اور داہیۂ عظمےٰ کے واقعات۔** جسوقت وہ صبح کہ جسدن باغ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیغ و تبر سے قلم ہوگیا اور خاندانِ رسالت کے مہر و جوانمرد شہید ہوکر خاکِ کربلا کے پیوند ہوگئے۔ نمودار ہوئی۔ تو امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں اذان ہوئی۔ پانی تو ساتویں محرم سے میسّر نہ تھا سب نے تیمم کرکے نماز پڑھی اور اُدھر عمر سعد کے لشکر میں لڑائی کے باجوں کا غل ہوا۔ اور لشکر شریر جنگ کے لئے تیار اور مسلح ہوگیا۔ اور عمر سعد نے ترتیب اپنے لشکر کی شروع کردی۔ ریاض الشہادۃ اور جلاء العیون وغیرہما کتب میں ہے کہ دہنی جانب لشکر کی عمر بن حجاج کو دی اور بائیں طرف شمر بن ذی الجوشن کے سپرد کی اور علم اپنا اپنے غلام درید کو سونپا۔ اور سواروں پر عروہ بن قیس کو سردار کیا اور پیادوں پر شیث بن ربعی کو مقرر کیا۔ اور ابو مخنف کے مقتل میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اور قمقام میں ہے کہ دہنی جانب عمر بن حجاج کو اور بائیں جانب لشکر کی شمر کو۔ اور عروہ بن قیس احمسی کو سواروں پر اور شیث بن ربعی یربوعی تمیمی کو پیادوں پر مقرر کرکے علم اپنے غلام درید کو دیدیا۔ اور ربع لشکر قبیلہ کندہ و ربیعہ پر قیس بن اشعث بن قیس کو اور ربع ثانی اہل مدینہ وغیرہ پر عبداللہ بن زہیر ازدی کو اور ربع سوم قبیلۂ مذحج اور اسد پر عبدالرحمن بن ابی سبرہ جعفی کو اور ربع چہارم قبیلۂ تمیم و ہمدان پر حر بن یزید ریاحی کو مقرر کردیا۔ ابن اثیر نے کامل التاریخ میں لکھا ہے کہ حُر امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں آگئے۔ جب امام حسین علیہ السلام نے اس فوج شریر اور ناخدا ترس کو بالکلیہ اپنے قتل پر مہیا پایا۔ تو آپ نے اپنی تھوڑی سی مقدار لشکر کی ترتیب شروع کی۔ مقدار آپکے لشکر کی حسب تحریر علماء و مورخین مشہور بتّیس سوار اور چالیس پیادے تھے۔ اور محمد بن ابی طالب مورخ نے لکھا ہے۔ کہ بیاسی پیادے اور بتّیس سوار تھے۔ اور لہوف میں علی ابن طاؤس علیہ الرحمہ کے ہے۔ کہ بیتالیس سوار اور سو پیادے تھے۔ اور یہ روایت اس میں و

نیز بحر المصائب اور قمقام زخار اور جلاء العیون و ریاض الشہادۃ وغیرہم کتب معتبرہ علماء و مورخین ہیں حسب ارشاد جناب امام محمد باقر علیہ السلام منقول ہے۔ تمام تر اسمائے مبارک اکیسو پینتالیس کے قریب کتب ہیں مذکور ہیں۔ فہرست منسلکہ کتاب ہذا سے وہ سب نام ظاہر ہوتے ہیں۔ پس جناب امام حسینؑ نے دہنی جانب اپنے لشکر قلیل کی زہیر قین کو دی اور بائیں جانب حبیب ابن مظاہر کے سپرد کی اور قلب لشکر ہیں حضرت علی اکبرؑ کو مقرر فرمایا۔ اور علم جلالت شیم اپنا حضرت عباس علیہ السلام کو مرحمت فرمایا۔ و نیز کتب مصائب میں ہے کہ ترتیب لشکر کی اسی طرح تھی اور یہ بھی لکھا ہے وجعل من اولاد ابیہ واولاد اخیہ واولاد مسلم وجعفر وعقیل ومن اولادہ فی القلب یعنی اولاد جناب امیر علیہ السلام اور اپنے بھتیجوں اور حضرت مسلم کے بیٹوں اور حضرت جعفر طیارؓ اور عقیلؑ کی اولاد اور اپنے بیٹے کو درمیان لشکر کے جگہ دی۔ اور مسعودی نے مروج الذہب میں خلاف مشہور وخلاف حدیث امام محمد باقر علیہ السلام شہداستاسی تن لشکر امام حسین علیہ السلام کے لکھے ہیں اور اس ترتیب لشکر ہیں حضرت نے خیمہ پشت کیجانب رکھا۔ عمر سعد کا لشکر کنارہ فرات پورب اور شمال کی طرف تھا اور امام حسین علیہ السلام کا لشکر جانب جنوب اور درمیان میں مقتل تھا یہ گمان نہو کہ بر وقت نماز پڑھنے کے سامنے سے تیر آتے تھے اور کربلا میں قبلہ جنوب کیطرف ہے۔ اسکی یہ وجہ تھی کہ لشکر چہار طرف تھا اور ان لوگوں کو خاص حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل سے غرض تھی جس طرف کہ حضرت تھے اس طرف سے حربے حضرت پر لگاتے تھے۔ ایک وجہ یہ اور بھی ہے کہ تل زینبیہ گوشہ غرب کیطرف مرقد منور و قتلگاہ جناب امام حسین علیہ السلام سے جنوب کیطرف مائل ہے اور حضرت زینبؑ جو وقت ذبح امام حسین علیہ السلام اس ٹیلہ پر آکر دیکھتی تھیں یہ نہیں ہو سکتا کہ خیمہ قتلگاہ سے شمال کیجانب ہو اور حضرت زینبؑ جنوب کی طرف آکر دیکھیں اور اس کا بھی خیال نہو کہ جب اہل حرم قید ہو کر چلے۔ تو راہ میں قتلگاہ پر گذر ہوا۔ اور کوفہ کربلا سے جانب جنوب ہے اس کی یہ وجہ ہے کہ ریاض الشہادۃ و نیز چند کتب معتبرہ میں ہے کہ بالقصد ملاعنہ قتلگاہ پر سے اہل حرم کو لے گئے تھے تاکہ دل انکے دردمند ہوں۔ سو اسکی اور بھی یہ وجہ اس طور پر لشکر کھڑے ہونیکی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے خیمہ کی پشت پر جا کر قبلہ کیطرف انیس قدم شمار کر کے چشمۂ آب کھودا۔ جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔ پس اگر خیمہ حضرت کا شمال کی طرف فرض کیا جائے تو پشت قبلہ کیطرف بہ جانب جنوب ہو گی۔ اور کربلا میں قبلہ جنوب کیطرف ہے۔ تو میدان جنگ خیمہ سے شمال کیطرف قرار پاتا ہے اس لئے

کہ وقتِ جنگ خیمہ پُشت پر تھا۔ ایسی صورت میں امام حسین علیہ السلام کی قتلگاہ پشت پر ہیگی جنوب کیجانب اور یہ غلط ہے نقشہ منسلکہ رسالہ ہذا سے یہ سب امور ظاہر ہوتے ہیں بعد ترتیب صفوف لشکر جناب امام حسین علیہ السلام نے اونٹ پر چڑھکر ایک خطبہ پڑھا اور ان ملاعنہ غدار جہنم ماوا کو پند اور نصیحت کی۔ مگران بیدینوں پر کچھ اثر نہوا۔ ناچار پلٹ آئے۔ اسوقت حضرت حُر نے عمر سعد سے پوچھا کیا تیرا ارادہ ضرور حضرت امام حسین علیہ السلام سے لڑنیکا ہے اسنے کہا کہ ہاں یہ سُنکر حضرت حُر عمر سعد کے پاس سے اپنی جگہ آئے اور مصعب ان کے بھائی اور بکیر اُن کے بیٹے اور قرہ ان کا غلام گھوڑے اڑا کر امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں آملے اور سر پر فریادیوں کی طرح ہاتھ رکھ کے عفوِ تقصیر چاہا امام حسین علیہ السلام نے معاف کر دیا۔ تمام ترکتب میں ہے کہ عمر سعد نے درید اپنے غلام کو حکم دیا کہ علم لشکر کا بڑھائے۔ اور آپ سب سے پہلے تیر طرف لشکر امام حسین علیہ السلام کے لگایا اور کہا کہ سب گواہ رہیں مینے سب سے پہلے تیر مارا ہے۔ پس تمام تیراندازوں نے یکبارگی تیر برسائے۔ جلاء العیون میں ہے کہ کم لوگ لشکر امام حسین علیہ السلام میں ایسے تھے جو کہ ان تیروں سے زخمی نہ ہوئے ہوں۔ اور سیر الائمہ ترجمہ کشف الغمہ میں ہے کہ بیالیس انصار امام حسین علیہ السلام کے ان تیروں سے شہید ہو گئے اور لڑائی شروع ہو گئی۔ اور باری باری ہر ناصر دادِ شجاعت دیکر شہید ہو گیا۔ یہاں تک کہ خاندانِ رسالت کے جوانمرد بھی ہم صحبتِ حورجنان ہوئے۔ اور علی اصغر شیرخوار بھی حرملہ کے تیر سے شربتِ شہادت پیکر نہر لبن پر سدھائے۔ آخر کو سانحہ ہوش رُبا اور واقعہ جانگداز قتل فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب سید الشہدا کا واقعہ ہوا۔ اسوقت آفتاب کو گہن ہوا وہ ایسا سیاہ ہو گیا کہ دن کو اندھیرا ہو گیا اور دریا موجزن ہو گئے۔ اور مچھلیاں دریا سے باہر آگئیں۔ اور وحشی جانوروں نے چرنا چھوڑ دیا اور پرند جانور اپنے آشیانوں سے گر گئے۔ اور اڑنے لگے اور ہوا سے جنوں کے رونیکی آوازیں آنے لگیں اور تازہ خون آسمان سے برسا۔ اور آندھی آگئی۔ اور شاہ سلامت اللہ عالم اہلسنت والجماعت اپنی کتاب تحریر الشہادتین شرح سر الشہادتین شاہ عبد العزیز دہلوی میں تحریر کرتے ہیں کہ اگر قیامت کا دن خاص دن پر موقوف نہ ہوتا تو اس دن ضرور قیامت آجاتی۔ اپنے معین وقت کے سبب سے اُسدن نہ آئی۔ جلاء العیون میں ہے کہ بروایتے جو امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے امام حسین کے جسم پر تیر کے زخموں کے سوا تینتیس زخم برچھی اور چونتیس زخم تلوار کے تھے۔ اور دوسری روایت کے

موافق سوائے زخم تیر ستر زخم سے زیادہ تلوار کے اور ایسے ہی برچھیوں کے تھے۔ اور امام محمد باقر علیہ السلام کی روایت کے موافق تین سو بیس سے زیادہ زخم تھے۔ پھر تحریر فرماتے ہیں کہ موافق ایک روایت کے ایکہزار نوسو زخم مجموع تیر اور نیزہ اور تلوار اور دیگر حربوں کے امام حسین علیہ السلام کے بدن پر تھے۔ ارباب سیر و مقاتل میں درباب قاتل امام حسین علیہ السلام اختلاف ہے۔ صاحب قمقام فرماتے ہیں سید ابن طاؤس نے لہوف میں اور مسعودی نے مروج الذہب میں اور شیخ صدوق نے امالی میں اور ابن اثیر نے کامل التاریخ میں اور ابو الفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں لکھا ہے کہ سنان بن انس نخعی نے سر مطہر امام حسین علیہ السلام کا جسم اطہر سے جدا کیا بلکہ اسد الغابہ سے یہ لکھا ہے والصحیح انہ قتلہ سنان ابن انس النخعی یعنی صحیح یہ ہے کہ سنان ابن انس حضرتؑ کا قاتل تھا اور سبط ابن جوزی سے نقل کیا ہے۔ والاصح انہ سنان ابن انس النخعی یعنی اصح یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا قاتل سنان ابن انس تھا۔ اور یہ بھی لکھا ہے وشاد کہ شمر ابن ذی الجوشن یعنی قتل کرنیمیں شمر بھی سنان ابن انس کا شریک تھا۔ اور ارشاد سے شیخ مفیدؒ کی نقل کیا ہے کہ شمر نے سر کاٹکر خولی بن یزید اصبحی کو دیا اور کہا ہے موئید اس کا وہ ہے جو ابن عبد البر نے بہجۃ المجالس میں لکھا ہے قیل بجعفر بن محمّد الصادق کم تتا خر الرویا قال رای النبیؐ صلعم کا ناکلبا ابقع یلغ فی دمہ فکان شمر بن ذی الجوشن قاتل حسین بن علی علیہما السلام وکان ابرص فکان تعبیر الرویا خمسین سنۃ خلاصہ یہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا بابت خواب کی ارشاد ہوا کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا کہ کبری رنگ کا کتا حسینؑ کے خون میں سنا ہوا ہے۔ شمر کو برص کا مرض تھا۔ وہ قاتل حسینؑ تھا۔ پچاس برس کے بعد خواب کی تعبیر ملی۔ اور علی بن عیسیٰ ربلی نے کشف الغمہ میں فرمایا ہے کہ حافظ عبد العزیز جنابذی نے کہا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے سر مبارک کاٹا۔ اور نزول الابرار میں بدخشانی کی ہے کہ قاتل کے بارے میں اختلاف ہے۔ کوئی شمر کو کہتا ہے اور کوئی سنان کو اور کوئی خولی کو اور کوئی شبل کو جو خولی کا بھائی تھا۔ اور ملائے مجلسی ثانی جلاء العیون میں فرماتے ہیں کہ اشہر یہ ہے کہ قاتل حضرت کا شمر تھا اور فرمایا ہے کہ حضرت نے اس ملعون سے فرمایا کہ مینے خواب میں دیکھا ہے کہ مجھ پر کتے حملہ کرتے ہیں۔ اور انمیں ایک ابرا کتا ہے۔ وہ سب سے زیادہ حملہ کرتا ہے اور ایسی ہی خبر مجھے میر

ناناجناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے۔ اسوجہ سے میں بہ یقین جانتا تھا کہ تو ہی میرا قاتل ہوگا۔ توکبرے رنگ کلاہے یہ سنکر اس شقی ملعون نے سر مبارک تن اطہر سے جدا کیا اور یہ بھی جلاء العیون میں ہے کہ یہ واقعۂ جانسوز جمعہ یا شنبہ کے دن دسویں تاریخ محرم کی ۶۱ھ میں واقع ہوا اور عمر شریف امام حسینؑ کی اسوقت بروایتے اٹھاون ۵۸ سال کی اور بروایتے چھپن ۵۶ اور بروایتے پچپن سال کی تھی اور دسویں محرم کے واقعہ میں غیر معتبر کتابوں میں روایت دامادی جناب قاسم بن حسن علیہ السلام لکھی ہے کہ امام حسینؑ نے اپنی دختر کا عقد بعد شہادت انصار و عزیزان جسوقت حضرت عباسؑ اور عونؑ آپ کے بھائی اور امام حسینؑ اور حضرت قاسمؑ باقی تھے پڑھا دیا۔ یہ روایت کتب جدیدہ و قدیمہ میں مثل ابن قولویہ کے کامل الزیارہ اور ارشاد شیخ مفید و کتاب المزار سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اور مثیر الاحزان ابن نما اور لہوف ابن طاؤس اور خرائج الجرائح قطب راوندی اور مناقب ابن شہر آشوب اور علی بن عیسیٰ اربلی کی کشف الغمہ اور علامہ طبرسی کی اعلام الوریٰ اور امالی شیخ صدوق اور امالی شیخ طوسی اور درّ النظیم فی مناقب الائمہ اللہامیم جمال الدین یوسف بن حاتم شامی اور مقتل عوالم اور فوادح حسنیہ میں نہیں۔ اور ملا مجلسیؒ نے بحار الانوار میں اور سید نعمۃ اللہ جزائری نے انوار نعمانیہ میں اور مولینا رضی قزوینی نے کتاب تظلم الزہراؑ میں اس روایت مقطوع الکذب کو نہیں لکھا۔ علامہ نوری نور اللہ مضجعہ نے جنکی مدح جناب محمد بن سلیمان تنکابنی نے قصص العلما میں کی ہے۔ اور آقا صدر حائری سے جو ان کا حال دریافت کیا تو ان جناب نے ان کے محامد علیہ بیان فرمائے۔ اور شیخ حسین حائری اور ملا محمد کاظم خراسانی نجفی اور شیخ عبد اللہ مازندرانی نجفی مجتہدین عراق نے ان علامۂ نوری کی مدح کرکے انکی لؤلؤ و مرجان کیطرف رجوع کرنیکو حکم دیا ہے اپنی لؤلؤ و مرجان میں فرماتے ہیں۔ چگونہ می شود قضیہ با این عظمت و قصہ چنین آشکار الحقق و مضبوط باشد و بنظر تمام این جماعت نرسیدہ باشد۔ حتیٰ مثل ابن شہر آشوب کہ بتصریح کردہ اند کہ ہزار جلد کتاب مناقب نزد او بود۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ ان ہزار جلد مناقب میں بھی یہ روایت کاذبہ نہیں تھی اور جناب علیین مکان اعلیٰ سید العلما سید حسین عرف جناب میرن صاحب طاب ثراہ نے مجالس مفجعہ میں لکھا ہے کہ روایت تزویج جناب قاسمؑ کی اکثر کتب میں مذکور نہیں ہوئی اور اسی سبب سے مولینا مجلسیؒ نے اسکو اپنی کتاب میں نہیں لکھا۔ یہ امر لائق غور ہے کہ کتب قدیمہ میں جو یہ روایت مذکور نہیں ہوئی تو ملا ئے مجلسیؒ نے اسکو سبب ترک کا قرار دیا۔ غرضکہ قدیمی کتابوں میں تو اس روایت کا بالکل وجود ہی نہیں آخر زمانہ

میں کتاب روضۃ الشہداء سے جو اباطیل اور اکاذیب کا خزانہ ہے یہ بلا نکلی۔ پس ماخذ اسکا حسب ارشاد
جناب سید العلماء یہی روضۃ کاشفی ہے۔ مجالس مفجعہ میں ہے ورِوایۃ تزویج القاسم لم تذکر فی
الکتب الکتب المعتبرۃ ولذا ترکھا المولانا المجلسیؒ لکن ذکرھا فخر الدین فی جامعہ و
کان ماخذہ تاریخ الحسین الکاشفی اور اس تاریخ حسین کاشفی سے یہ روایت نکل کر غیر
معتبر کتابوں میں مندرج ہونی شروع ہوگئی۔ جو عالم شیعہ کے تسامح کو اولہ سنن میں روا جانتے ہیں
اسکی تحقیق میں غفلت کر گئے! اور اپنی کتب میں مثل اور جھوٹی اور بے اصل روایتوں کے وارد کر دیا او
فتوی اسکی صحت کا اور پڑھنے کا کہیں نہیں دیا اور جو علما ایسے ہیں کہ انہوں نے کامل صورت سے
اسکی تحقیق کی وہ اس کا قدح کرتے ہیں۔ اور قادحین کی ایک جماعت کثیر ہے۔ اوّل تو ملائے مجلسی
ہیں۔ یہ جناب جلاء العیون میں فرماتے ہیں۔ در روایت دامادی قاسمؑ در کتب معتبرہ بنظر حقیر رسیدہ
اس سے ظاہر ہے کہ یہ جناب اس روایت سے مطلع ہوئے ہیں۔ مگر جس کتاب سے انکو یہ روایت
ملی اس کتاب کو یہ جناب معتبر نہیں جانتے۔ اسیوجہ سے اپنی کتاب میں اسکو نہ لکھا۔ اور غیر معتبر کتاب
میں مذکور ہونیکو اس روایت نے ظاہر کر دیا۔ غالبًا وہ منتخب فخر الدین طریحی کی اور سب کا ماخذ روضۃ الشہداء
ہوگی اسلئے کہ قبل اس کے کسی کتاب میں روائت نہیں پائی جاتی۔ علامہ نوری فرماتے ہیں قصہ عروسی
قاسمؑ قبل از روضہ در ہیچ کتاب دیدہ نشدہ۔ اور جناب رضی قزوینی بعد ذکر شہادت بعض شہدا تظلم الزہرا
میں فرماتے ہیں۔ کہ کتب میں حضرت قاسمؑ کی مبارزت اور شہادت کا ذکر ہوا ہے اور ان کتب قدیمہ میں ذکر
شادی قاسمؑ نہیں ہے۔ مگر منتخب میں قصہ دامادی مذکور ہے لیکن فاضل متبحر یعنی ملائے مجلسیؒ نے ذکر کیا ہے۔ کہ
روایات معتمدہ اور کتب معتبرہ میں یہ روایت نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ملائے مجلسیؒ نے گویا منتخب کی روایت پر وثوق
نہ کیا اور اسکو صحیح نجانا۔ پس روضۃ الشہداء اور منتخب دونوں ملائے مجلسیؒ کے نزدیک غیر معتبر ہیں اور جناب
رضی قزوینی یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں بھی اسی سبب سے اس روایت کو ترک کرتا ہوں اسلئے کہ ناقل نے
کسی راوی کیطرف اسکو منسوب نہیں کیا بلکہ بصیغہ مجہول نقل کہکر لکھا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے۔ ثم انہ
نقل فی الکتب بروز القاسم ابن الحسنؑ و مبارزۃ و لیس فیہا ذکر مصاہرتہ ولاکن لما
ذکر فاضل المتبحرین ھذہ القصّہ لم نظفر بہا فی الکتب المعتبرۃ والروایات
المعتمدۃ وکانہ لم یثبت علیٰ ھذہ النقل صفحنا نحن ایضًا عن نقلہ لان الناقل

لم ینسب الی احد بل قال و نقل پس قادحین میں سے دوسرے رضی قزوینی ہیں تیسرے صاحب خیرات حسان میں چنانچہ لکھتے ہیں۔ واز قبیل ہمین خرافاتست آنچہ مابین عوام الناس اشتہار گرفتہ کہ حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ را در کربلا باحضرت قاسم بن الحسنؑ عقد بستند۔ چوتھے محمد بن سلیمان تنکابنی ہیں انکی عبارت بعد ذکر جانے شہربانو کے بطرف ملک رے اکلیل المصائب میں یہ ہے۔ واضعف ازین قول آنکہ فاطمہؑ عروس قاسمؑ نیز ہمراہ او بود واز قاسم حمل داشت و پسرے متولد شد مسمی بہ قاسم ثانی کہ در جبال شمران طہران مزار معروفے دارد این نیز مثل سابق و اضعف از آنست زیراکہ اولاً عروسی قاسم روایات شیعہ ندارد الخ پانچویں علامہ نوری ہیں جنکی عبارت نقل ہو چکی۔ چھٹے صاحب سیر الآئمہ ہیں۔ وہ اوّل نکاح ہونا حضرت فاطمہؑ کا حسن مثنیٰ کے ساتھ حیات میں جناب امام حسینؑ کے لکھتے ہیں۔ بعدہٗ موجود ہونا حسن مثنیٰ کا کربلا میں اور زندہ رہنا بیان کرتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں و ازین حدیث مکشوف افتاد کہ روایت وامادی حضرت قاسمؑ در کربلا از اکاذیب روات است اور ساتویں سپہر کاشانی ہیں جو مثل صاحب سیر الآئمہ اپنی ناسخ التواریخ میں لکھتے ہیں۔ ازین حدیث مکشوف افتاد کہ حدیث وامادی قاسمؑ در کربلا و تزویج کردن حسینؑ فاطمہؑ را باو از اکاذیب رواتست و حسینؑ را از دو دختر افزون نبود یکے فاطمہؑ زوجہ حسن مثنیٰ و آن دیگر سکینہ بود۔ آٹھویں جناب شیخ عبد اللہ مازندرانی حائری دام ظلہ ہیں۔ یہ جنابؒ جواب ایک استفتا کے تحریر فرماتے ہیں۔ الی الآن مستندیکہ بتوان اعتماد نمود درین باب و وقوع این قضیہ بدست نیاید۔ نویں شیخ حسین مازندرانی حائری مظلہ ہیں۔ یہ بھی اسی استفتا کے جواب میں فرماتے ہیں۔ اما وقوع این قضیہ پس ہنوز بدرجہ تحقیق و ثبوت و یقین نرسیدہ بلکہ عدمش محقق و بنحو احتمال و جزم و قطع خواندنش مشکل بلکہ حرام است۔ اور دسوین جناب آقا غلام حسین اصفہانی حائری ہیں وہ بھی اسی استفتا کے جواب میں فرماتے ہیں۔ خواندن آن مقداریکہ در منتخب مذکور است ہا نسبت بہمان کتاب ہم غیر جائز است من غیر شبہۃ و ریب و زاید بران کہ بہتان و افترا بر اہلبیت عصمت و طہارت میباشد و ہر کس کہ زیادہ ہم بر آن مقدار بہ خواند یا آنکہ قدح در علمائے اعلام کہ منکر وقوع این قضیہ باشند بکنند آثم و گنہگار است۔ اور گیارہویں جناب سلطان العلما سید محمد طاب ثراہ رضوان مآب ہیں انکے استفتا موجود ہیں۔ بارہوین سید محمد کاظم طباطبائی نجفی مدظلہ ہیں یہ بھی ایک استفتا کے جواب میں فرماتے ہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم وقوع این قضیہ ثابت نیست ہر چند در بعض کتب بدون سند معتبر مذکور باشد و

خواندن آن با اظہار جزم و عدم جزم بوقوع مشکل است و قدح در علمائے اعلام کہ این مطلب را انکار کردہ اند بد لخواہ جائز نیست۔ ہر چند بہت سے علمائے اس روایت کا ذبہ کا قدح کیا ہے۔ مگر بسبب طوالت ان کے اسماء اور اقوال نہیں لکھے پس جسوقت سے یہ روایت نکلی اسیوقت سے اس کا قدح شروع ہو گیا اور کوئی دختر امام حسین علیہ السلام کی حیات میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے موجود نہیں تھی جو وصیت میں نامزد ہوتی اور اسکی طرف اشارہ کیا جاتا حضرت فاطمہؑ جو سب میں بڑی بیٹی جناب امام حسین علیہ السلام کی تھین وہ بطن سے ام اسحق کے پیدا ہوئی تھیں اور ام اسحاق اوّل زوجہ امام حسنؑ کی تھیں جب وقت وفات امام حسن علیہ السلام آیا تو اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کو اپنے پاس بلاکر وصیت کی کہ تم ام اسحق کی حفاظت کیجیو اور گھر سے باہر نہ جانے دیجیو اور بعد عدہ ان سے عقد کر لیجیو پس امام حسین علیہ السلام نے اس وصیت پر بسرعت عمل کیا چنانچہ محمد بن جریر طبری کی ذیل المذیل اور قمقام وغیرہما کتب میں بتفصیل اس کا ذکر ہے۔ الحاصل جسوقت امام حسین علیہ السلام کے عقد میں ام اسحق بعد انقضائے عدہ آئیں اسوقت فاطمہؑ متولد ہوئیں تو کم سے کم سوا برس بعد کو امام حسن علیہ السلام کے یہ پیدا ہوئیں۔ وقت وصیت نامزدگی کی قابلیت نہ رکھتی تھیں۔ اور اگر امام حسین علیہ السلام سے درباب عقد قاسم فاطمہؑ سے وصیت ہوتی تو آنجناب فاطمہؑ کا عقد حضرت حسن مثنیٰؑ سے برخلاف وصیت نہ کرتے جسکا ہونا ناسخ التواریخ اور محرق الابرار اور ارشاد شیخ مفید اور کشف الغمہ اور عمدۃ الطالب اور عبر الاعلام اور روایت دامادی کے ماخذ یعنی روضۃ الشہداء اور اعلام الوریٰ وغیرہم میں مصرح ہے اور کسی طرح لائق انکار نہیں۔ اور جناب سکینہؑ جن کیواسطے حضرت فاطمہؑ سے چھوٹا ہونا تاریخ طبری اور نور الابصار اور فصول مہمہ میں ہے یہ بھی بعد امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئیں۔ عبارت ابن صباغ کی یہ ہے۔ فقالت فاطمہ وکانت اکبر سناً من سکینہ تو یہ بھی بروقت وصیت نامزد ہونیکو موجود نہیں تھیں اور تیسری دختر اگر ان لی جائیں تو ان کا نام زینب معلوم ہوتا ہے۔ جو فاطمہؑ صغرا مشہور ہوگئیں وہ حسب تصریح صاحب روضۃ الشہداء کہ جو ماخذ روایت دامادی ہے ہفت سالہ مدینہ میں رہ گئی تھیں وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی وفات سے چار یا تین برس بعد کو پیدا ہوئی تھیں۔ یہ بھی بروقت وصیت موجود نہیں اور چوتھی بروایت منتخب سہ سالہ اور بروایت روضۃ الشہداء چہار سالہ قید خانہ میں مرگئی۔ یہ دختر چھ سات سال بعد کو امام حسن علیہ السلام کی وفات کے پیدا ہوئی تھیں

یہ بھی وقت وصیت موجود نہیں تھیں۔ اور چار دختر سے زیادہ کسی نے امام حسین علیہ السلام کی نہیں لکھیں۔ اور اصل میں تو دو دختر تھیں۔ ایک فاطمہ دوسری سکینہ۔ فاطمہ زوجہ حسن مثنیٰ بن امام حسنؑ کی تھیں اور سکینہ زوجہ عبداللہ بن امام حسن علیہ السلام کی۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنی ان دونوں صاحبزادیوں کا عقد دونوں بھتیجوں سے کر دیا تھا جیسا کہ ارشاد اور کشف الغمہ اور اعلام الوریٰ اور قمقام وغیرہم میں ہے اور بڑے تعجب کی بات ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے حضرت عبداللہ اور حسن مثنیٰ کے عقد کی تو جناب امام حسین علیہ السلام سے کہیں وصیت نہ کی اور حضرت قاسمؑ جو کہ وقت وفات اپنے والد کے شیر خوار تھے یا مانند اس کے ان کیواسطے وصیت عقد کی اور عجیب بر عجیب تو یہ ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے وہ عقد کہ جن کیواسطے کہیں وصیت نکاح کا پتہ نہیں مدینہ میں کر دیئے اور وہ نکاح کہ جس کے واسطے حسب مزعوم مثبتین عقد وصیت تھی اسکو دس سال روکے رکھا۔ وصیت کے امضا میں تو جلدی چاہیئے کہ دس سال کی دیر جس سے وصیت کی غایات میں ابطال لازم آتا ہے اور بر وقت قتل نکاح واقعہ ہونیمیں فعل عبث امام کیطرف منسوب ہوتا ہے۔ اور موافق ارشاد جناب سرکار شریعتمدار آقا غلام حسین حائری اس نکاح کے بیان کرنیمیں معصوم اور اہلبیتؑ پر تہمت کا خوف ہے۔ اور یہ واقعہ طرائف سے بھرا ہوا ہے از انجملہ کچھ معرض بیان میں آئے اور از انجملہ یہ ہے کہ ماخذ اس روایت کا روضۃ الشہدا ہے اور بعد اس کے منتخب ہے اور دونوں کتابوں میں منکوحہ کا نام نہیں۔ پھر فاطمہؑ کہاں سے منکوحہ تجویز ہو گئیں۔ باوجودیکہ فاطمہ زوجہ حسن مثنیٰ کی تھیں ظاہر ہے کہ اگر وصیت نکاح بابت فاطمہ کے ہوتی تو امام حسین علیہ السلام انکا عقد مدینہ میں حسن مثنیٰ سے کر دیتے روضۃ الشہدا جو ماخذ روایت عقد ہے اسمیں بھی نکاح جناب حسن مثنیٰ کا فاطمہ کیساتھ امام حسینؑ کا کر دینا بمقام مدینہ لکھا ہے۔ علاوہ بریں کاتب الحروف نے بیس کتابوں میں اسے دیکھا ہے۔ پس حیات میں شوہر کی جناب امام حسین علیہ السلام دوسرا عقد فاطمہ کا جناب قاسمؑ سے کربلا میں کسطرح کر دیتے اسکے بیان میں تو امام معصومؑ پر تہمت کا خوف ہے اللھم احفظنا من ہذا الذنب الکبیر۔ یہ مختصر تقریر میں نے اس مقام پر لکھی ہے اگر اسکی کوئی تفصیل دیکھنا چاہیئے تو میرے رسالہ غازۂ مشاہدہ اور خصوصاً رسالہ بیان خادم کیطرف جو بزبان فارسی ہے۔ اور اس کو میں نے بمقام کربلائے معلیٰ لکھا ہے۔ اور مجتہدین نے اسکو پسند فرما کر اپنی مواہیر سے مزین فرمایا ہے اور اس کے شیوع کا حکم دیا ہے

رجوع کرے یہ رسالہ زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں کھتا۔ الحاصل بعد شہادت جناب سید الشہدا علی
قتل الحسین بکربلاء ذبح الحسین بکربلاء اس صحرائے پربلا میں بلند ہوا۔ تو عمر سعد لعین
مردود نے حکم دیا کہ لشکر کے سوار سبط رسول مختار کی لاش مبارک پر گھوڑے دوڑائیں۔ سید مرتضیٰ علم
الہدیٰ نے اپنے مقتل میں اور شیخ مفید اور ابن شہر آشوب رحمہم اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ عمر سعد ملعون
کا یہ حکم سنکر دس اشخاص گھوڑے اُڑا کر لشکر سے جدا ہوئے۔ ان ملاعنہ جہنم ماوا کے نام یہ ہیں۔ ایک اخنس
بن مرثد۔ دوسرا عمر بن صبیح۔ تیسرا حکیم بن طفیل۔ چوتھا رجا بن منقذ۔ پانچواں سالم بن خثیمہ۔ چھٹا صالح بن
وہب۔ ساتواں ہانی بن ثبیت۔ آٹھواں اسید بن مالک۔ نواں اسحق بن جویرہ۔ دسواں واخط بن
ناعم۔ ان ملاعنہ سے یہ عمل شنیع صادر ہوا کہ لاش مطہر جگر بند رسول اور نور چشم بتول کی پامال سُم اسپان
ہوئی۔ ریاض الشہادت میں ہے۔ کہ ابو عمر زاہد سے نقل ہے کہ جب ان ملاعنہ کے حال کا تفحص کیا تو معلوم
ہوا کہ یہ سب مردود ولد الزنا اور حرام زادے تھے۔ مختار نے ان سب کو پکڑ کر زمین پر لٹایا اور انکے جسم
میں اور زمین میں لوہے کی میخیں ٹھونک دیں اور ان پر گھوڑے دوڑائے بدن نجس انکے پاش پاش ہو گئے
اور قمقام میں یہی نام ان ملاعنہ کے لکھے ہیں۔ اور اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ فرشتوں نے خدا سے
امام حسین علیہ السلام کے مدد کرنے کی اجازت لی تھی۔ مگر اسوقت کربلا میں پہنچے کہ امام حسین علیہ السلام
شہید ہو چکے تھے۔ اسوقت سب نے خدا کی درگاہ میں عرض کی کہ ہم مدد کو آئے تھے مگر محروم رہے وحی
ہوئی کہ تم مجاور قبر امام حسین علیہ السلام کے رہو تا آخر خبر۔ اور جلاء العیون میں ہے کہ ابن قولویہ نے بسند
معتبر جناب صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ چار ہزار فرشتوں نے خدا سے رخصت لی تھی کہ کربلا
میں امام حسین علیہ السلام کی مدد کریں۔ امام حسین علیہ السلام نے انکو رخصت کر دیا۔ وہ پھر آسمان سے کربلا
میں آئے۔ امام کو شہید پایا۔ وہ سب کربلا میں رہے۔ بال بکھرے اور گرد آلودہ مظلوم کربلا پر روتے
ہیں۔ اور سردار انکا ایک فرشتہ ہے جسکا نام منصور ہے۔ جو کوئی شخص امام حسین علیہ السلام کی زیارت
کو آتا ہے اس کا استقبال کرتے ہیں۔ جب واپس ہوتا ہے تو اسکی مشایعت کرتے ہیں۔ اگر زائر بیمار ہو
تو اسکی عیادت کرتے ہیں۔ اور اگر مرتا ہے تو اس کے جنازے پر نماز پڑھتے ہیں اور اسکے لئے طلب مغفرت
کرتے ہیں۔ اور قریب اس کے تحفۃ الزائر میں ہے۔ پس پیراہن امام حسین علیہ السلام کا اسحق بن جویرہ
نے لیا۔ اور پاجامہ کو ابجر بن کعب نے لیا اور عمامہ اخنس بن مرثد کے پاس گیا اور زرہ مالک بن بشیر

نے لی اور انگشتری بجدل بن سلیم لے گیا۔ اور تلوار جو غیر ذوالفقار تھی اسکو جمیع ازدی نے لے لیا۔ یہ خلاصہ ہے عبارت ریاض الشہادۃ کا اور اسی کتاب میں ہے کہ ذوالجناح نے سر اور ایال اپنے امام حسینؑ کے خون سے رنگین کئے اور اہلحرم کے خیمے کیطرف گیا۔ اور اپنے آقا اور سوار کے قتل کی انکو خبر دی اور عمر سعد نے اہلحرم کے خیموں میں آگ لگانیکا حکم دیا۔ بعضے لوگوں نے منع کیا۔ پس آگ سے منع کر کے انکی لوٹ کا حکم دیا۔ روسیاہان فوج یزید اس امر شنیع کے ارتکاب کے لئے طرف خیام کی روانہ ہوتے۔ **نظم**

سپاہِ خصم چو نزدیک خیمہ گاہ رسید ٭ صدائے نوحہ زماہی باوج ماہ رسید ٭ پس ان ملاعنہ نے خیمے لوٹے

جلاء العیون اور ریاض الشہادت اور تمقام میں ہے کہ لشکر یزید ملعون میں ایک عورت بکر بن وائل کے قبیلہ کی تھی اس نے جو یہ ظلم و ستم دیکھا تو تلوار اٹھا کر آئی اور کہا کہ اے روسیاہ اور بے دینو تم رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اہلبیت کو لوٹتے ہو۔ اس کا شوہر لعین آیا اور واپس لے گیا۔ اور شمر لعین جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے قتل کو آیا۔ حمید بن مسلم کے منع کرنے سے باز رہا۔ تمقام میں ہے کہ عمر سعد در خیمہ پہ آیا اور کہا کہ اہلبیت کو کوئی آزار نہ دے۔ اہلحرم نے اس سے اپنی چادریں واپس مانگیں۔ عمر سعد نے واپسی کا حکم دیا۔ مگر کسی شخص نے واپس نہ دیں عمر سعد نے کچھ لوگ اپنے لشکر کے وہاں پہرہ دار مقرر کر دیئے کہ وہ ان کے آزار اور فرار کی محافظت کریں اور ایسا ہی ریاض الشہادۃ میں مرقوم ہے۔ اور تمقام میں ہے کہ سر مطہر امام علیہ السلام کا عمر سعد نے خولی بن یزید اصبحی اور حمید بن مسلم کے ساتھ ابن زیاد کے پاس کوفہ کو روانہ کر دیا۔ وقت روانگی سر اطہر فرزند خیر البشر وقت نماز عصر روز عاشور ہے۔ پس عمر سعد اپنے خیمہ میں باطمینان آ گیا۔ عمر سعد کی فوج پہلے عقبہ بن سمعان کو پکڑ لائی۔ یہ عقبہ حضرت رباب زوجہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے غلام تھے۔ ان سے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ کہا کہ میں رباب کا غلام ہوں۔ پس انکو رہا کر دیا۔ پھر مرقع بن ثمامہ اسدی کو لائے۔ انکو عمر سعد نے زارہ کیطرف نکالدیا۔ اور جناب ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ جلاء العیون میں فرماتے ہیں۔ شیخ مفید و دیگران روایت کردہ اند کہ چون حضرت سید الشہدا علیہ السلام بعالم بقا و ملاء اعلیٰ رحلت نمود۔ عمر سعد لعین سرہائے شہدا را بر قبائل علیہم اللعنۃ قسمت کرد و باخواتین مکرمہ اہلبیت رسالت در ہمان روز متوجہ کوفہ گردانید و خود تا روز دیگر ماند۔ سرور المومنین میں ہے کہ ایک زن مومنہ نینوائے شرقی سے اہلحرم کی فاقہ شکنی کیواسطے عاشورہ کی شام کو کھانا لائی تھی تو

یہ تحریر ملاؒ مجلسی کی اور ارشاد شیخ مفیدؒ کی بھی تحریر کے برخلاف ہے۔ بموجب انکی تحریر کے عاشورہ کی شام کو اہلحرم کربلا میں نہیں تھے۔ کوفہ کو مقید ہو کر چلے گئے تھے۔ مگر قمقام اور ریاض الشہادۃ میں گیارہویں تاریخ عمر سعد کے ساتھ اہلحرم کا جانا لکھا ہے۔

باب چوتھا

ان حالات کے بیان میں جو بعد شہادت امام حسین علیہ السلام گیارہویں محرم سنہ ۶۱ہجری سے پہلی صدی ہجری کے آخر تک زمین کربلا پر واقع ہوئے ہیں۔ قمقام اور مقتل سید مرتضیٰ اور ریاض الشہادۃ وغیرہم میں منقول ہے کہ جب محرم کی گیارہویں تاریخ کی صبح نمایاں ہوئی تو عمر سعد نے اپنی طرف کے مقتولین کے دفن کا انتظام شروع کیا اور ان کے جیفہ ہائے خبیث ونجس کو کفن دیکر اور نماز پڑھکر دفن کر دیا اور امام بیکس ومظلوم فرزند دلبند رسولؐ خاصۂ قیوم کی نعش مبارک کو معہ ان کے عزیز ورفقا کے بے غسل وکفن ریگ گرم اور زمین تفتیدہ کربلا پر چھوڑا۔ اور بعد ظہر جملہ اہلبیتؑ اور بچوں اور جناب امام زین العابدینؑ بیمار کربلا کو اسیر ودستگیر کر کے اور اہلحرم کو بے مقنع وچادر رسن بستہ بے فرش کے اونٹوں پر سوار کر کے کوفہ کو روانہ کر دیا۔ اور قمقام اور ریاض الشہادۃ اور بحر المصائب میں ہے کہ بشدت عداوت عمر سعد نے حکم دیا۔ کہ اسیروں کو قتل گاہ کی راہ سے لے جائیں تاکہ ان سب کے دل دردمند ہوں۔ عبارت ریاض الشہادۃ کی یہ ہے۔ وایشان را عمداً از قتلگاہ بردند کہ بدنہائے پارہ پارہ را کہ بروئے خاک انداختہ بودند ببینند ودل ایشان بیشتر بدرد آید۔ جسوقت اسیران کربلا قتلگاہ میں پہنچے۔ اسوقت کا حال پرملال مصائب کی کتابوں میں مرقوم ہے۔ **نظم** برحر لگاہ چون رہ آن کاروان فتاد۔ شور نشور واہمہ را در گمان فتاد ہم بانگ نوحہ غلغلہ در شش جہت فگند۔ ہم گریہ بر ملائک ہفت آسمان فتاد۔ صاحب ریاض الشہادۃ لکھتے ہیں کہ جناب شہر بانوؑ اسیران کربلا میں نہیں تھیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں شہر بانو در آن صحرا حاضر نہ بود چنانچہ سابق مذکور ساختیم۔ اور جس طرف یہ اشارہ کیا ہے وہ پہلی عبارت ریاض الشہادۃ میں یہ ہے از احادیث ظاہر میشود کہ شہر بانو مادر امام زین العابدینؑ در صحرائے کربلا حاضر نہ بود بلکہ آنچہ مستفاد می شود از اخبار این است کہ در وقت وضع حمل از دنیا رفت و آن مصائب ووقائع را ندید۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ موجود تھیں۔ چنانچہ ابن شہر آشوب نے لکھا ہے وجاؤا بالحرم

اسادی الاّ شہر بانو یہ فانہا القت نفسہ فی الفرات مقام میں اس روایت کے باب میں ہے منافی یا جمیع روایات فریقین است ابن شہر آشوب کی روایت کا یہ مفہوم ہے کہ جناب شہر بانو فرات میں ڈوب کر مر گئیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا فعل خودکشی کا ایسی معظمہ سے کیونکر سرزد ہوتا اور مقام میں ہے آنچہ از کتب معتبرہ و روایات محدثین شیعہ بنظر رسیدہ شہر بانو در نفاس وفات یافت و کفالت حضانت امام سجاد را یکی از امہات اولاد حضرت سید الشہدا علیہ السلام ہمی نمود اور اسکی سند میں حدیث عیون اخبار الرضا تحریر کی ہے۔ اور ملائے مجلسی نے جلاء العیون میں ابن بابویہ سے بسند معتبر حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام از و بہم رسید و چون آنحضرت از و متولد شد او برحمت الٰہی واصل شد اور کلیل المصائب میں بھی جناب شہر بانو کا کربلا میں نہ ہونا مرقوم ہے بہر نوع وہ روایت جسمیں گھوڑے پر سوار ہو کر جناب شہر بانو کا ملک رے کیطرف باجازت امام حسین علیہ السلام جانا مذکور ہے۔ بالکل غلط محض اور کذب بحت ہے۔ حالانکہ بعض روایت میں قید میں جانا شہر بانو کا مذکور ہے یہ روایت منافع کثیرہ وغیرہ میں ہے۔ فرات میں ڈوبنے اور قید میں جانے کی روایتیں گھوڑے پر چڑھ کے چلے جانے کو جھٹلاتی ہیں۔ علاوہ برآن امام حسین علیہ السلام گھوڑے پر چڑھنے کی عورات کو کیوں اجازت دیتے احادیث میں تو اس عورت پر لعنت وارد ہوئی ہے جو گھوڑے کی زین پر سوار ہو۔ و نیز حضرت نے اپنی ازواج ام اسحٰق اور رباب سے کیوں نہ فرمایا۔ کہ تم گھوڑوں پر سوار ہو کر کہیں چلی جانا و نیز شواہد اسکے کذب کے اکلیل المصائب اور لولو و مرجان وغیرہما میں بکثرت مندرج ہیں۔ اور زیادہ تفصیل تو اسکی تقریر حاسم میں ہے اس طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اور جلاء العیون اور مقام میں ہے کہ تتمہ جوانان اہلبیت سے جو قتل ہونے سے بچ رہے وہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام تیئیس یا چوبیس سال کے اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام چہار سالہ اور حسن مثنیٰ اور زید اور عمر ہر سہ فرزندان امام حسن مجتبیٰ اور ناصرین یا سے مرقع بن قمامہ اسدی جو زارہ کیطرف نکالدیئے گئے اور ایک عقبی بن سمعان غلام جناب رباب جن کو رہا کر دیا تھا کربلا میں تھے۔ **حال دفن شہداؑ** جلاء العیون میں ہے کہ شیخ مفیدؒ اور دیگر لوگوں نے روایت کی ہے کہ جب لشکر ملاعنہ چلا گیا۔ اہل غاضریہ آئے اور شہیدوں کی لاش پر نماز پڑھکر دفن کر دیا اور لاش کو امام حسین علیہ السلام کی اسی جگہ دفن کیا کہ جس مقام پر اب قبر منور ہے۔ اور حضرت علی اکبر کا مزار فائض الانوار امام حسین علیہ السلام کے پائیں قرار دیا۔ اور اس سے شرقی کیطرف تمام شہیدوں کو

دفن کرکے گنج شہیدان کردیا۔ اور حضرت عباس علیہ السلام کو کنارۂ نہر دفن کیا۔ بعد اس کے ملاّئے
مجلسیؒ فرماتے ہیں۔ کہ امام کو امام کے سوا کوئی دفن نہیں کرتا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام
باعجاز امامت تشریف لاکر دفن کر گئے۔ اور اسی کتاب میں ہے کہ ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ
جسوقت اہل غاضریہ دفن کو گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سب شہیدوں کی قبریں تیار پائیں اور ہمنے سفید
جانور دیکھے کہ وہ نزدِ نعش مبارک اڑتے تھے۔ اور ملاّئے مجلسیؒ جناب امام رضا علیہ السلام سے روایت کرتے
ہیں کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام مخفی تشریف لائے اور اپنے پدر بزرگوار پر نماز پڑھی اور لاش
اقدس دفن کرکے چلے گئے۔ ریاض الشہادۃ میں بھی اسی طرح دفن ہونا لکھا ہے۔ اور حضرت عون کا دو
فرسخ جانب شمال اور حضرت حرؑ کا ایک فرسخ جانب غرب اور حبیبؓ ابن مظاہر کا رواق میں مدفون ہونا
لکھا ہے۔ اور مسعودی نے کہا ہے ودفن اهل الغاضریّة وهم قوم من بني اسد الحسینؑ
واصحابه بعد قتله بیوم یعنی اہل غاضریہ نے کہ وہ قبیلہ بنی عامر کا از جملہ بنی اسد ہے
امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کو قتل ہونے سے ایکدن کے بعد دفن کیا اور ابن شہر آشوب
نے بھی ایسا ہی تحریر فرمایا ہے۔ اور موافق روایت جلاء العیون و ریاض الشہادت بعد دس دن کے روز
قتل سے دفن ہونا ظاہر فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت جون ناصر امام حسین علیہ السلام کے ذکر میں لکھا ہے
کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ بعد دس روز کے اس قبیلہ نے کہ جو دفن شہدا کا متکفل
تھا دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کی دفنا سے ان سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور ریاض الشہادۃ کی
عبارت یہ ہے۔ از امام محمد باقر علیہ السلام از پدرش امام زین العابدین علیہ السلام روایت نمودہ کہ بعد
دہ روز کہ بنی اسد آمدند و بدنہائے پارہ پارہ کشتگان را دفن نمودند بدن آن سیاہ سعادتمند
را دیدند کہ مثل برف سفید شدہ و بوئے مشک از بدنش می وزد و رحمتہ اللہ علیہ اور کافی میں مروی
ہے کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ مکرر فرما چکے ہیں کہ امام کو
امام دفن کرتا ہے اور امام حسین علیہ السلام کو بنی اسد نے دفن کیا اور امام زین العابدینؑ کو اشقیا مقید
کرکے لیگئے تھے۔ جناب حضرت صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ باعجاز امامت حضرت امام
زین العابدین علیہ السلام قید سے باہر تشریف لائے اور اپنے باپ پر نماز پڑھی اور انکو دفن کیا اور واپس
گئے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ شہدا کے سر جسموں سے جدا تھے تو ایسی صورت میں لاشوں کی شناخت

مشکل تھی۔ اور حبیبؓ ابن مظاہر اور حُرؓ ریاحی اور حضرت عونؑ اور حضرت علی اکبرؑ اور حضرت عباس علیہ السلام کی لاشیں جُدا جُدا دفن ہوئیں بجز اسکے کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام وقت دفن وہاں موجود ہوں کسی طرح شناخت نہیں ہوتی تھی پس ضرور ہے کہ وہ حضرت بمعجزہ تشریف لائے ہونگے۔

حالات بعد دفن شہداء مقام میں ہے کہ عبیداللہ ابن الحر عثمان اور از جملہ شجاعان عرب اور رؤسا سے تھا اور جنگ صفین میں معاویہ کا شریک تھا جب جناب امیر علیہ السلام شہید ہو گئے تو یہ کوفہ میں آیا۔ امام حسین علیہ السلام کے واقعہ میں بالقصد کسی مقام پر کوفہ سے چلا گیا بعد شہادت جناب امام حسین علیہ السلام ابن زیاد اشراف کوفہ کو ڈھونڈھتا تھا۔ ابن الحر کو کوفہ میں نپایا چند روز کے بعد یہ ابن زیاد کے پاس آیا۔ ابن زیاد نے پوچھا۔ کہ اے ابن الحر تو کہاں تھا جواب دیا میں بیمار تھا۔ پوچھا کہ تیرا دل مریض تھا یا جسم۔ جواب دیا کہ دلکو بیماری نہیں ہوتی۔ پھر پوچھا کہ آیا تو ہمارے دشمنوں کے ساتھ تھا ابن الحر نے کہا کہ اگر میں تیرے دشمنوں میں ہوتا تو کچھ اس کا اثر ظاہر ہوتا۔ اس درمیان میں ابن زیاد کسی کام کیطرف متوجہ ہو گیا۔ عبیداللہ ابن الحر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلا گیا۔ پھر جو ابن زیاد نے دیکھا تو ابن الحر کو وہاں نہ پایا کسی شخص کو ابن زیاد نے اس کے پاس بھیجا۔ ابن الحر نے اس پیامبر سے کہا کہ ابن زیاد سے کہدے کہ وہ مجھ سے توقع نہ رکھے میں اپنے اختیار سے ہرگز تیرے پاس نہ آؤں گا۔ یہ کہا اور مع اپنے اصحاب کے کربلا کو چلا گیا۔ جسوقت کہ ابن الحر کی آنکھ مقتل شہدا پر پڑی تو بہت رویا۔ اور اشعار حسرت آمیز پڑھکر مدائن کیطرف چلا گیا۔ بعض اشعار اس کے یہ ہیں ؎

فیالک حسرة مادمت حیاً	تردد بین حلقی والتراق
حسین حین یطلب بذل نصری	علی اهل الضلالة والنفاق
غداة یقول لی بالقصر قولاً	اتترکنا وتزمع بالفراق
ولوانی اواسیه بنفسی	لنلت کرامة یوم التلاق
مع ابن المصطفیٰ نفسی فداه	تولی ثم ودع بالطلاق
فلو فلق التلهف قلب حی	لهم الیوم قلبی بانفلاق
فقد فاز الاولی نصروا حسیناً	وخاب الاخرون الی نفاق

صدی اوّل ہجری ۶۲ھ کا حال تمامتر کتب تواریخ و مصائب میں ہے

کہ جب یزید پر بسبب قتل کرانے جناب امام حسین علیہ السلام کے بےحد و حساب طعنہ زنی ہوئی اور ملک میں
یہ خبر انتشار پاکر ایک شورش کی صورت بندھ گئی۔ اسوقت یزید نے اہلحرم سید الشہدا حسینؑ گلگون قبا
کو قیدخانہ سے نکال کر اپنے گھر میں بھیجا۔ مقام و ریاض الشہادت میں ہے کہ جناب امام سجادؑ کو
یزید بر وقت کھانے کے طلب کر کے اپنے دسترخوان پر کھانا کھلاتا تھا۔ اور اس وقت تعظیم اور
تکریم حضرتؑ کی کرتا تھا۔ بروایتے اہلحرم سات روز اس کے مکان میں رہے۔ اسوقت اہلحرم خصوصاً
جناب زینبؑ عقیلۂ بنی ہاشم نے یزید سے اسکی خواستگاری کی کہ امام حسین علیہ السلام کے غم میں ہمکو
رونا میسر نہیں ہوا۔ تو ہمکو ایک جدا مکان دیکر اسکی بھی اجازت دے کہ ہم اس مظلوم پر خوب رو لیں یزید نے
ایک مکان علیحدہ دیا۔ موافق روایت جلاء العیون و ریاض الشہادت سب نے سیاہ کپڑے پہن کر
سات روز مجلس عزا برپا رکھی اور بہ نالہ و بیقراری روئے۔ آٹھویں روز یزید لعین نے ان کو طرف مدینہ
کی رخصت کیا۔ اور بروایتے نعمان بن بشیر اور بروایتے بشیر ابن جذلم کو ہمراہ اہلبیت کر دیا اور تاکید کی کہ
راہ میں جو کچھ یہ کہیں اس پر عمل کرنا۔ جب یہ قافلہ عراق میں پہنچا تو سب نے چاہا کہ ہم زیارت قبر منور
امام حسین علیہ السلام کی کر لیں۔ بشیر قافلہ کو کربلا میں لے گیا۔ جملہ کتب مقتل و تواریخ میں ہے کہ جس وقت
یہ قافلہ اسیران دشت کربلا کا قید سے چھوٹ کر بیسویں تاریخ صفر کی کربلا میں پہنچا تو اس طرح سے رویا
کہ کسی کو چین نہیں تھا۔ گویا اسوقت تازہ مصیبت تھی۔ اسکی تفصیل مصائب کی کتابوں میں ہے۔ تحفۃ
الزائر اور مقام وغیرہما کتب میں ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری صحابی رسول باری جو بہت پیر سالخوردہ
تھے۔ ایک جماعت بنی ہاشم کے ہمراہ زیارت کو امام حسین علیہ السلام کی مدینہ سے آئے تھے وہ بھی شریک نوحہ
و بکا ہوئے اور امام زین العابدین علیہ السلام سے ماتم پرسی کی۔ اسکی بھی تفصیل کتب مصائب میں ہے۔ اور
جلاء العیون میں ہے کہ نواح کربلا کے اہل قریہ بھی اسوقت رونے میں شریک تھے۔ اور ریاض الشہادت
میں بھی ایسا ہی ہے۔ سیر الائمہ میں ہے کہ اہلبیتؑ چند روز کربلا میں رہے۔ اور ایسا ہی مقام میں ہے اور
بحر المصائب میں ہے کہ بروایتے تین روز اور بروایتے سات روز اہلبیتؑ کربلا میں مقیم رہ کر مع زنان غاضریہ
و دیگر قریات جو قریب کربلا تھے نوحہ و زاری کرتے رہے۔ پھر بشیر نے کہا کہ مجھے شر اعدا سے خوف ہے
اب مدینہ کو تشریف لے جانا مناسب ہے یہ سنکر جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے التماس کو اس بشیر
کی قبول فرمایا۔ اور قبر مطہر سے اپنے والد مظلوم کی رخصت ہوئے اور مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ بعض روایت

میں ہے کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام سر مبارک امام حسین علیہ السلام کا کربلا میں لائے تھے کہ یزید لعین نے انکو دیدیا تھا۔ اور بیسویں صفر کو بعد چالیس روز کے حضرت نے ہمراہ لاش مطہر دفن کیا۔ اسمیں بہت گفتگو ہے۔ اوّل یہ کہ لاشِ مطہر امام حسین علیہ السلام کی پہلے ہی بنی اسد دفن کر چکے تھے۔ اس روز اس کا دفن ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگرچہ سات مقام پر قبر کا کھولنا جائز ہے۔ از انجملہ وہ مقام ہے کہ اگر کوئی ٹکڑا لاش کا ایسا کہ جسمیں ہڈی ہو اور باہر رہ جائے۔ تو قبر کھولی جا سکتی ہے۔ تو کہا جا سکتا ہے کہ قبر کھولکر بدن کے ساتھ دفن کیا ہو۔ اس میں یہ ایراد وارد ہے کہ بروایتے سر اطہر امام حسین علیہ السلام مدینہ میں ہے اور بروایتے مصر میں و بروایتے دمشق میں ہے۔ اور بروایتے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لے گئے۔ اور بروایتے عسقلان میں مدفون ہے اور بروایتے نجف اشرف میں دفن ہوا ہے چنانچہ کافی میں یہاں کے دفن ہونیکی روایت ہے تفصیل اسکی چند اوراق میں درمیان مقام مندرج ہے بلکہ کافی میں چند روایات ہیں اور علی بن طاؤس علیہ الرحمہ اور ملائے مجلسی نے لہوف اور تحفۃ الزائر میں لکھا ہے کہ حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ سر ساتھ بدن کے ہے اور بدن ساتھ سر کے ہے مراد اس سے یہ ہے کہ بدن امیر المومنینؑ کالجسد لذالک الراس وھما من نور واحد یعنی بدن جناب امیر المومنین علیہ السلام مثل جسد و بمنزلہ جسم امام حسین علیہ السلام ہے کہ وہ دونوں ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور تہذیب میں بھی اسی معنی کی روایت ہے۔ کہ سر امام حسین علیہ السلام نجف اشرف میں دفن ہے۔ پس ایسی روایات اس روایت روز اربعین کے دفن کے برخلاف ہیں۔ اور چند احادیث میں درمیان کافی اور تہذیب و تحفۃ الزائر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا نجف اشرف میں زیارت امام حسین علیہ السلام بسبب آنجناب کے سر مدفون ہونے کے پڑھنا اور اس کے دفن کیجگہ کا نشان بتانا مذکور ہے تفصیل اسکی مقام او رتحفۃ الزائر و کافی و تہذیب میں دیکھنی چاہئے یہاں بسبب طوالت تفصیل نہیں کیگئی۔ اور محققین معتمدین فرماتے ہیں کہ بیسویں صفر سنہ ۶۲ھ کو جناب امام زین العابدین علیہ السلام وارد زمین کربلا ہوئے تھے بیسویں صفر سنہ ۶۱ھ کو آپ کا ورود مشکل جانتے ہیں۔ جناب ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ زاد المعاد قریب بمحال فرماتے ہیں۔ اور صاحب مصباح نے فرمایا ہے کہ سنہ ۶۱ ہجری کی بیسویں صفر کو واپسی الحرم کی کربلا میں مستبعد ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ لان عبید اللہ ابن زیاد لعنہ اللہ کتب الیٰ یزید یعرفہ ما جریٰ ویستاذنہ فی

حملہم ولم یحملہم حتیٰ عادوا الجواب الیہ وھذا یحتاج الیٰ نحو عشرین یوماً او اکثر منہا ولانہ لما حملہم الی الشام روی انہم اقاموا فیہا شہرا فی موضع لا یکنہم من حر ولا یرد وصورۃ الحال یقتضی انہم تاخروا اکثر من اربعین یوم من قتل الحسین الی ان وصلوا العراق۔ خلاصہ اس سبب کے کہ ابن زیاد لعین نے یزید ملعون کو اس واقعہ کربلا کی خبر لکھ بھیجی اور جبتک کہ اس کے پاس سے جواب نہ آیا اسوقت تک اہلبیت اور اسیران کربلا کو بسوئے دمشق روانہ نہ کیا۔ یہ امر اس کا محتاج ہے کہ بیس دن سے زیادہ روز اس میں صرف ہوں۔ اور جبکہ اہلبیت شام کو گئے۔ تو روایت میں ہے کہ ایک ماہ تک شام میں قید رہے تھے! ورصورت حال مقتضی اسکی ہے کہ قتل امام کے دن سے تا واپسی کربلا چالیس دن سے زیادہ صرف ہوئے تھے۔ اور پھر دوسری وجہ یہ لکھی ہے لانہما جتمعوا علی مادوے جابر بن عبد اللہ الانصاری فانکان جابر وصل زایرا من الحجاز فیحتاج وصول الخبر الیہ ومجیہ اکثر من اربعین یوماً حاصل مطلب یہ ہے کہ اہلبیت بنا بر اس روایت کے کہ جابر بن عبد اللہ انصاری صحابی رسول باری ملک حجاز یعنی مدینہ سے زیارت کیلئے کربلا میں آئے تھے۔ ان سے کربلا میں ملے۔ بس یہ بات اسکو چاہتی ہے کہ مدینہ میں خبر پہنچے اور جابر سامان سفر عراق تیار کریں۔ اور چالیس روز میں روز قتل امام حسین علیہ السلام کربلا میں آجاویں یہ ممکن نہیں بلکہ اسمیں چالیس دن سے زیادہ صرف ہونگے۔ اور علی ابن طاؤس لہوف میں فرماتے ہیں واما یزید بن معاویۃ فلما وصلہ کتاب عبید اللہ بن زیاد ووقف علیہ اعاد الجواب الیہ یامرہ فیہ بحمل راس الحسین ورؤس من قتل معہ وبحمل اثقالہ ولنسائہ وعیالہ خلاصہ جسوقت یزید بن معاویہ کے پاس ابن زیاد کا خط مشتمل بر تمامی واقعہ کربلا پہنچا۔ اور اس حال سے اسکو اطلاع ہوئی تو یزید لعین نے جواب میں لکھ بھیجا۔ کہ سر امام حسین علیہ السلام اور انکے ہمراہی شہیدونکے سر اور تمام اسباب لوٹ کا اور اہل و عیال ان کے میرے پاس بھیجدے! ورصاحب تمقام فرماتے ہیں کہ از راہ مسافت وعداوت تشریف آوری اسیران کربلا کی بعد رہائی روز اربعین ۶۱ھ میں بمقام کربلا مشکل ہے۔ بلکہ خلاف عقل ہے روز عاشور محرم امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے۔ عمر سعد ایکدن توقف کرکے گیارہویں کو کربلا سے چلا اور بارہویں کو کوفہ میں پہنچا۔ اور بعد اس کے یزید مردود کو اطلاع دیکر الحرم کی روانگی کے باب میں حکم

چاہا۔ اور بعد لینے حکم کے حران اور جزیرہ اور حلب جسکی بڑی مسافت ہے روانہ کر دیا۔ اور کوفہ سے تا دمشق بخطِ مستقیم تقریباً ایکسو چھتر فرسخ کی راہ ہے کہ جس کے چھ سو پچیس ۶۲۵ کوس ہوتے ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ چھ مہینے اہلحرم قید رہے۔ بعد کو رہا ہوئے پس یہ سارے امور چالیس روز میں کسطرح ممکن ہوئے پس یہ ضرور ہے کہ دوسرے سال کا یعنی سنہ ۶۲ھ کا اربعین تھا۔ جو شخص بنظر تدبر ملاحظہ کریگا وہ ضرور نامہ نگار کی تصدیق کریگا۔ اور جابر بن عبداللہ انصاری بھی سنہ ۶۲ھ میں معہ بنی ہاشم زیارت کو آئے ہوں گے۔ اب احقر البریہ کہتا ہے کہ مسافت ارضی کوفہ کی حسب تحقیق محققین اُناسی ۷۹ درجہ طول میں اور اکتیس ۳۱ درجہ عرض میں ہے اور دمشق کا طول ستر ۷۰ درجہ اور عرض اڑتیس ۳۸ درجہ ہے۔ اور دمشق اور کوفہ میں نو ۹ درجہ کا طول میں فرق ہے اور ہر درجہ ساڑھے چھیاسٹھ میل ہوتا ہے۔ جس کے چھ سو ستائیس میل ہوتے ہیں۔ پس محال کے قریب ہے۔ کہ گیارہویں کو اہلحرم کربلا سے چلے اور بارہویں کو کوفہ میں پہنچے۔ اور ابن زیاد نے کوفہ سے ایک خط یزید لعین کو لکھا اور چھ سو ستائیس میل نامہ بر گیا۔ اور پھر وہاں سے اجازت لایا۔ اسوقت اہلحرم کو ابن زیاد نے دمشق کو براہ حصاصہ و تکریت و صلیب و وادی نخلہ و کحیل و جہینہ و موصل و تل اعفر و سنجار و نصیبین و عین الوردہ و جوسق و بشر و بسر و حلب و سرمین و قنسرین و معترہ النعمان و شیزر و عقر و حماۃ و حمص و بعلبک و بردیا روانہ کیا۔ بروایتے اہلحرم وہاں ایکماہ و بروایتے چھماہ قید رہے اور تین روز بعد رہائی یزید لعین کے گھر میں رہے۔ اور سات روز ایک جدا مکان میں اہلحرم نے باجازت یزید لعین مجلس ماتم برپا رکھی۔ اور پھر چھ سو ستائیس میل چلکر کربلا میں چہلم کو پہنچ گئے۔ یہ سب امور اہل عقل کے نزدیک چالیس روز میں نہیں ہو سکتے۔ پس ضرور ہے کہ دوسرے سال سنہ ۶۲ھ کا چہلم تھا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام معہ اہلحرم کربلا میں آئے ہوں۔ اور ورود گروہ بنی ہاشم اور جابر ابن عبداللہ انصاری کا بھی جو مدینہ سے برائے زیارت کربلا میں آئے تھے ہوا ہو۔ کیونکہ جابر بھی چالیس روز میں مدینہ سے کربلا میں نہیں آسکتے تھے یہ امر اسکو چاہتا ہے کہ کوفہ سے خبر مدینہ جائے اور جابر کو حال دفن امام حسین علیہ السلام بھی صحیح طور پر معلوم ہو جائے اور گروہ بنی ہاشم اور جابر اس بڑے سفر کا سامان بھی جمع کر لیں۔ اور پھر پہلے چالیسویں کو کربلا میں بنظر زیارت پہنچ جائیں۔ اور جابر جو اول الزائرین مشہور ہیں۔ اسکی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ سب سے پہلے دُور سے سفر کر کے یہ زیارت کو آئے تھے۔ اور زیارت امام حسین علیہ السلام بنی اسد جنہوں نے دفن کیا تھا روز کرتے ہوں گے۔ اور وہ اول الزائرین مشہور نہیں۔

تتمہ بقیہ حالات میں پہلی صدی کے جب یزید

پلید موافق روایت تمقام زخار داخل دار البوار ہوا۔ اسوقت سنہ ۶۳ یا سنہ ۶۴ھ تھی۔ اور نور الابصار فی اخذ الثار میں بحوالہ تحریر ابن اسماعلیہ الرحمہ مرقوم ہے کہ جمعرات کے دن چودھویں تاریخ ربیع الاول کی سنہ ۶۳ یا سنہ ۶۴ھ میں یزید پلید جہنم واصل ہوا۔ اور ہادی التواریخ میں بحوالہ شیخ مفید و تحریر شیخ طوسی ربیع الاول کی لکھی ہے۔ اور عمر اس لعین بیدین کی اسوقت حسب تواریخ مذکور اڑتیس ۳۸ سال کی تھی اس وقت چار ہزار اور پانچسو نفر دوستان علی ابن ابی طالب علیہما السلام کوفہ میں قید تھے اور حبس انکا معاویہ لعین کے زمانہ سے تھا۔ اور ابن زیاد لعین اسوقت بصرہ کو گیا تھا۔ جو خبر یزید لعین کے فی النار ہونیکی منتشر ہوئی۔ تو کوفہ میں بلوہ ہوگیا۔ بلوائیوں نے اسباب اور مال اور گھوڑے ابن زیاد لعین کے لوٹ لئے اور اسکے غلاموں کو قتل کر دیا۔ اور قید خانہ توڑ ڈالا۔ وہ قیدی باہر آگئے۔ بعض انمیں کے سلیمان بن صرو خزاعی اور ابراہیم بن مالک اشتر اور سعید بن صفوان اور یحییٰ بن اعون اور صعصعہ عبدی تھے۔ انہوں نے خزانہ ابن زیاد کا لوٹ لیا۔ پانچ نفر رئوسائے شیعہ سے سلیمان بن صرو خزاعی صحابی رسول اور مسیب بن نجبہ فزاری اور عبد اللہ بن سعد بن نفیل ازدی اور عبد اللہ بن دال تیمی اور رفاعہ بن شداد بجلی خواص یاران جناب امیر المومنین علیہ السلام سلیمان کے گھر میں مجتمع ہوئے پہلے مسیب نے تقریر شروع کی وہ تقریر کیفر کردار پہنچانے قاتلان امام حسین کے باب میں تھی سب نے قبول کیا اور سامان جنگ تیار کر کے حسب تحریر صاحب مقام ربیع الثانی سنہ ۶۵ھ کو نخیلہ میں قیام کیا اور موافق روایت نور الابصار پہلی ربیع الثانی سنہ ۶۵ھ کو نخیلہ سے حرکت کی اور روضۃ الصفا میں ہے کہ پانچویں ربیع الثانی کی نخیلہ سے کوچ کر کے دیر اعور ٹھہرے اور وہاں سے اُٹھ کے شط فرات پر فروکش ہوئے جب قریب مرقد منور جناب امام حسین علیہ السلام آئے تو کہا ہم پہلے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کریں اور توبہ کیساتھ عذر خواہی کر کے اسوقت اپنے مقصد کیطرف جائیں یہ کہکر امام علیہ السلام کی تربت کیطرف متوجہ ہوئے جسوقت کہ انکی نظر مرقد منور پر امام مظلوم کے پڑی تو گھوڑوں سے اُترے اور ایک شبانہ روز نماز اور استغفار میں بسر کی اسکے بعد عزائے مظلوم کربلا واویلا اور وامصیبتا کی صدائے دردناک کے ساتھ برپا کی۔ ایسے رونے اور پیٹنے کا شور و غل زیر گنبد دوار کبھی نہ ہوا تھا اور وقت وداع مزار فائض الانوار پر ایسا ہجوم کیا جیسے کہ حاجی حجر اسود پر جمع ہوتے ہیں۔ نور الابصار میں ہے کہ وہب بن ربیعہ جعفی روتے تھے اور ضریح کو اپنی بغل میں پکڑ کر اشعار حسرت آمیز پڑھتے تھے۔ اور عبد اللہ بن عوف احمر نے بھی بغایت غم و غصہ چند اشعار حسرت آثار زبان پر جاری کئے۔ پس یہ جماعت سوار ہو کر اپنے

مقصد کے حصول کی طرف چلے اور بعد قطع مسافت قرقیسیا میں پہنچے۔ قمقام میں ہے کہ جب طالبین
ثار فرزند حیدر کرار و نورِ چشم رسولِ مختار مشہد پاک سبط صاحب لولاک پر پہنچے تو صیحہ بلند کر کے نالہ و
عویل کے ساتھ روئے اور امام پر درود بھیجا۔ اور پچھلے گناہوں سے توبہ کی۔ گریہ نے انکا گلا پکڑ لیا اور
ایک شبانہ روز رہ کر قصد حرکت کا کیا۔ بروایت ابن نما وہب بن زمعہ جعفی نے وہ اشعار کہ جو عبید اللہ
ابن الحر جعفی نے پڑھے تھے خود پڑھے اور صاحب مجمع البلدان نے وہ اشعار وہبل جمحی قزوینی نے ریاض الشہادت
میں تحریر فرمایا ہے کہ روز جمعہ پانچویں ربیع الاول کو سلیمان نے معہ لشکر حرکت کی اور دوسرے روز کربلا میں پہنچے
اور باقی احوال مثل اوّل کی لکھا ہے۔ اور نور الابصار میں جو مذکور ہے کہ وہب بن ربیعہ نے ضریح کو بغل میں
لیکر اشعار پڑھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسوقت قبر مطہر پر امام حسین علیہ السلام کے ضریح تیار ہو گئی تھی
جو ابو مخنف کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بنی نظیر اور بنی قینقاع نے اسکو بنایا تھا اور نور الابصار
میں ہے کہ جب مختار مکہ سے کوفہ کو چلا تو قادسیہ میں پہنچا اور راہ سے عدول کر کے کربلا میں گیا اور قبر منور
کو امام علیہ السلام کے سلام کیا اور اس پر بوسہ دیکر رویا اور عرض کی کہ میں پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاؤں گا۔
اور نہ پانی پیوں گا نہ تکیہ پر بستر نرم پر سر رکھونگا جبتک کہ بدلہ آپکا نہ لیلوں۔ اور قبر کو وداع کر کے وقت شب
داخل کوفہ ہوا۔ اور کتاب الاوائل میں سید محمد کی ہے کہ محمد بن ابراہیم بن مالک اشتر نے بناء روضۂ مطہر
امام حسین علیہ السلام کی ڈالی ہے۔ **تحقیق ابتدائے آبادی کربلا**۔ ارض مقدس کربلا کی آبادی پہلی
صدی میں بظاہر نہیں پائی جاتی۔ اگر ہو تو کاتب الحروف کی نظر سے اس کی ابتدا نہیں گذری۔ ملائے
مجلسی جلاء العیون میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابن بابویہ اور شیخ طوسی نے باسانید بسیار روایت کی ہے
کہ یعقوب بن سلیمان نے کہا کہ زمانہ میں حجاج کے ہم پر جب بھوک کی شدت ہوئی تو میں ہمراہ چند نفر
کے کوفہ سے نکلا اور کربلا میں پہنچا۔ ہمکو کوئی جگہ قیام کی وہاں نہ ملی بعد تفحص کے ایک خس پوش عریشہ
جسکو اردو زبان میں جھونپڑی کہتے ہیں۔ فرات کے کنارہ پر ملی۔ ہم سب وہاں ٹھہرے لیکایک ایک مرد
آیا اُس نے کہا کہ میں مسافر ہوں تم مجھکو بھی جگہ دو۔ وہ بھی وہاں قیام پذیر ہوا۔ بعد غروب آفتاب
ہمنے چراغ جلایا اور بعد کو ہم آپس میں ذکر جناب امام حسین علیہ السلام کرنے لگے۔ میں نے اثنائے
گفتگو میں کہا کہ اسوقت جو اس صحرا میں عمر سعد کے ساتھ برائے قتل امام حسین علیہ السلام آیا تھا۔ وہ
ضرور کسی بلا اور عذاب میں گرفتار ہوا۔ اس مسافر نے کہا کہ تم دوستان علی ابن ابیطالب علیہ السلام

کسقدر جھوٹے ہو۔ ایک میں ہوں جو برائے قتل آیا تھا۔ میں تو صحیح ہوں اور کوئی بلا مجھ تک نہیں آئی ہم یہ اس سے سُنکر ڈر گئے۔ یکایک وہ چراغ خاموش ہونے لگا۔ اس مرد مسافر نے اسکی اصلاح کے لیئے ہاتھ بڑھایا۔ فوراً آگ اس کے ہاتھ سے لپٹ گئی۔ اس نے جو بجھانا چاہا۔ تو ڈاڑھی کو اسکی لگ گئی۔ وہ دوڑکر فرات میں جا پڑا۔ جب وہ سر کو پانی میں کرتا تھا تو آگ باہر پانی کے اسکے سر پر حرکت کرتی تھی۔ اور جب سر کو پانی سے باہر نکالتا تھا۔ تو اسکو لپٹ جاتی تھی۔ اسی حالت میں وہ شخص جہنم واصل ہوا۔ اور ریاض الشہادۃ میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ تا زمانہ عہد حکومت حجاج یہاں آبادی نہیں تھی۔ البتہ دوسری صدی میں بطریق مجاورت روضۂ مطہر میں آبادی شروع ہوئی جسکی تفصیل دوسری صدی کے حال میں آگے آئیگی۔ **دوسری صدی کے احوال** جب دوسری صدی آئی تو ابتدا آبادی کی شروع ہوئی اور مروانیوں کے زمانہ سے جو زیارت کو کربلا میں جانا ممنوع تھا۔ وہ ممانعت برطرف ہوگئی اور ایک ایک دو دو نفر آباد ہونے شروع ہوگئے۔ چند روایات سے یہ امر ظاہر ہوا ہے ملائے مجلسی ثانی نے تحفۃ الزائر میں فرمایا ہے کہ سید بن طاؤس اور ابن قولویہ نے بچندیں سند حسین خرزادہ ابو حمزہ ثمالی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں آخر زمانہ بنی امیہ میں کربلا میں پہنچا جب لوگ سوگئے تو میں نے غسل کیا اور زیارت کو امام حسینؑ علیہ السلام کی چلا جب روضہ کے دروازہ پر پہنچا تو ایک شخص خوش رو سفید پوش باہر آیا اور کہا کہ پلٹ جا تو اسوقت قبر تک جا سکیگا میں پلٹ کر فرات پر گیا اور آدھی رات کو پھر غسل کر کے زیارت کو گیا۔ جب در حائر پہ پہنچا تو اسی شخص نے روکا۔ میں نے کہا کہ میں کوفہ سے آیا ہوں۔ مجھے یہ خوف ہے کہ اگر دن نکل آیا۔ اور لشکر بنی امیہ نے مجھے زیارت کرتے دیکھا تو مار ڈالیگا میں شب جمعہ میں زیارت کرنی چاہتا ہوں۔ مجھے تو کیوں منع کرتا ہے۔ جواب دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر خدا سے اجازت لیکر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو آئے ہیں۔ اور ستر ہزار فرشتے زیارت کیلئے انکی ہمراہ ہیں۔ جب وہ قریب صبح آسمان پر جائیں تب اسوقت زیارت کیجیے۔ میں نے پوچھا کہ اے شخص تو کون ہے۔ اس نے کہا کہ میں منجملہ ان فرشتوں کے ہوں۔ کہ جو خدا کیطرف سے برائے حفاظت وحراست قبر مطہر امام حسین علیہ السلام مقرر ہیں۔ میں یہ سنکر پلٹ آیا۔ جب صبح نمایاں ہوئی اسوقت میں زیارت کو گیا تو میں نے کسی کو نہ پایا۔ اور زیارت کر کے چلا آیا۔ اور ریاض الشہادت میں ہے کہ ایک شخص بلاد یمن سے بقصدِ زیارت امام حسین علیہ السلام آیا۔ جب قریبِ قادسیہ پہنچا

تو اسوقت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کوفہ میں رونق افزا تھے۔ حضرت نے اسے طلب فرمایا اور اس سے
زیارت کے نفع دریافت کئے۔ اس نے عرض کی۔ حضرت صادق علیہ السلام نے مزید بر آن بیان فرمائے اس نے
کہا کہ اگر اس درجہ ثواب زیارت ہے تو میں اسجگہ سے مفارقت نکرونگا۔ یہ کہکر وہاں کا مجاور ہو گیا اور
ملا ئے مجلسی تحفۃ الزائر میں فرماتے ہیں کہ شیخ محمد بن مشہدی نے سلیمان بن مہران اعمش سے روایت کی ہے
وہ کہتا ہے کہ میں کوفہ میں رہتا تھا ایک شخص میرا ہمسایہ تھا۔ ایکرات جو شب جمعہ تھی حسب معمول میں اسکے پاس
تھا میں نے اس سے زیارت امام حسین علیہ السلام سے سوال کیا۔ اس نے کہا گمراہی اور بدعت ہے میں غصہ ناک
وہاں سے اٹھکر چلا آیا۔ اور دل میں کہا کہ صبح کو پھر سمجھاؤنگا۔ اور فضائل علی ابن ابی طالب علیہ السلام اس
سے بیان کرونگا۔ جب میں صبح کو اس کے گھر گیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ رات کربلا کی زیارت کے لئے گیا ہے
میں متعجب جلد جلد استفسار احوال کو بطرف کربلا روانہ ہوا۔ جب میں حائر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہ شخص نماز
پڑھ رہا ہے۔ بعد ختم نماز میں نے اس سے پوچھا تو کل کے دن اس زیارت کو بدعت بتلاتا تھا اور آج اسی
زیارت کو کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں کل تک اہلبیت رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت اور فضائل کا
اعتقاد نہ رکھتا تھا آج کی شب میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگوار میانہ قد با حسن و جمال تشریف فرما ہیں
اور گرد ان کے ایک جماعت ہے اور ان کے روبرو ایک سوار ہے اس کے سر پر چار رکن کا تاج ہے
اور ہر رکن جواہر سے مزین ہے۔ جنکی روشنی تین دن کی راہ تک جاتی ہے میں نے دریافت کیا کہ یہ سوار کون ہے
لوگوں نے کہا کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت محمد بن عبداللہ صلعم ہیں پھر میں نے پوچھا کہ
یہ شخص دیگر کون ہے۔ کہا کہ وصی ان کے جناب علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہیں پس میں نے یکایک دیکھا کہ
ایک ناقہ نور آیا اس پر نور کا ہودج تھا۔ وہ درمیان آسمان و زمین اڑتا ہوا آتا تھا میں جب اس ناقہ کے
قریب گیا۔ تو دریافت کیا یہ کسکا ہودج ہے معلوم ہوا جناب فاطمہ زہرا اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ اس ہودج میں
ہیں۔ اور اس ہودج کیساتھ جوان تھا میں نے دریافت کیا کہ وہ جناب امام حسن علیہ السلام ہیں۔ پھر کیا دیکھتا
ہوں کہ رقعے آسمان سے آتے ہیں ان پر امام حسین علیہ السلام کے زائروں کیواسطے امان لکھی ہوئی تھی
ایسے زائر کہ جو شب جمعہ میں زیارت کریں۔ اور ہاتف کی ندا آئی کہ دوستان اہلبیت رسولخدا صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم کیلئے بہشت میں اعلیٰ درجہ ہے اے سلیمان قسم بخدا جبتک میرے جسم میں جان ہے میں ہرگز یہاں سے
جدا نہ ہونگا۔ یہ کہکر وہ شخص مجاور کربلا ہو گیا۔ اور جلاء العیون میں ہے کہ دعبل خزاعی مداح جناب امام رضا ع

علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں ایک رات اپنے گھر میں تھا ناگاہ کسی شخص نے دروازے پر دستک دی جب مینے دروازہ کھولا تو شخص اجنبی کو دیکھا۔ اور خوف مجھ پر طاری ہو گیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ خوف نکر میں تیرا بھائی جن ہوں۔ اور جس رات تو پیدا ہوا ہے میں اسی شب میں پیدا ہوا ہوں۔ ایک واقعہ تیری خوشی کا نقل کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں قبل اس کے جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے دشمنوں میں سے تھا ایک رات میں ایک گروہ متمردان جن کے ساتھ واسطے آسیب پہنچانے زائرین امام حسین علیہ السلام کے چلا یکایک ہم سب جنوں کا گذر ایک گروہ زائرین پر ہوا۔ ہمنے چاہا کہ اس قافلہ کو کچھ آسیب اور ضرر پہنچائیں ناگاہ مینے دیکھا کہ آسمان سے فرشتے آئے اور گرد اس گروہ کے ہو گئے۔ اور کسی طرح ہمکو انکے نزدیک نہ جانے دیا۔ اور زمین کے جانوروں کی بھی اذیت رسانی سے انکو بچایا۔ اس واقعہ کو دیکھکر مجھ پر بزرگواری اہلبیت کی ظاہر ہوئی اور مینے اپنے پہلے عقیدہ سے توبہ کی۔ اور اس گروہ کے ساتھ میں بھی کربلا کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور اس گروہ کے ساتھ میں حج کو گیا اور حج کرکے زیارت سے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوا۔ وہاں مینے ایک شخص نورانی کو دیکھا بہت سے آدمی مسائل دین پوچھنے کو گرد انکے تھے معلوم ہوا کہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں۔ پس میں حضرتؑ کے قریب گیا۔ اور سلام کیا جواب سلام دیکر ان حضرتؑ نے فرمایا کہ تجھے یاد ہے جو تو کربلا کے نزدیک دوستوں سے تعرض کرنا چاہتا تھا اور انکی کرامت اسوقت تجھپر ظاہر ہوئی۔ اور تونے توبہ کی تا آخر خبر۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ اُس زمانہ میں زیارت کی ممانعت نہیں تھی۔ اور لوگوں نے مجاورت روضۂ مقدس امام حسین علیہ السلام کی شروع کر دی تھی۔ اور دوسری صدی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام برائے زیارت امام حسینؑ کربلا میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ تحفۃ الزائر میں ہے۔ اسوقت صفوان نے حضرت صادق علیہ السلام کیخدمت میں عرض کی کہ تم زیارت امام حسین علیہ السلام کی کرتے ہو۔ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حق تعالی جمیع پیغمبروں کو واسطے زیارت امام حسین علیہ السلام کی بھیجتا ہے پھر میں انکی زیارت کیوں نکروں اُسی زمانہ سے ایک مقام شریعہ حضرت صادق آل محمدؐ کربلا میں آبادی سے چارسو قدم تخمیناً بسمت شمال باہر باغوں میں مشہور ہے وہ کنارۂ نہر علقمی ہے۔ اور جناب عباس علمدار علیہ السلام کے روضۂ مقدس سے بخط مستقیم تخمیناً چھ سو قدم ہے۔ وہاں تعمیر پختہ ہے۔ کاتب الحروف دوبار اس مقام کی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔ تحفۃ الزائر میں اس مقام کا چند جگہ پر ذکر ہے۔ چنانچہ بارہویں زیارت میں ہے چوں بر بہی

بہ نہر فرات یعنی شریعہ حضرت صادق علیہ السلام کہ در کنارۂ نہر علقمہ است بگو اللّٰھم انت خیر الخ اور دوسری جگہ اسی کتاب میں ہے و نہر علقمی درین زمان منطمس شدہ است در عقب قبر عباس بودہ است و شریعہ صادق ظاہرا آن موضع باشد کہ اکنون مشہور است۔ بمقام آنحضرت و در آن موضع عمارتے ساختہ اند اگر ممکن باشد از آنجانب از نہرہائے کہ از فرات منشعب شدہ است غسل کند و دران مقام نماز کند و متوجہ زیارت شود بہتر است و اگر سائر نہرہا کہ از فرات جدا میشود از ہر جانب کہ باشد غسل کند خوب است۔ اور یونس بن ظبیان کے بیان سے مستفاد ہوتا ہے کہ جناب صادق علیہ السلام ابوجعفر دوانقی کے زمانہ میں یہاں تشریف لائے تھے۔ جیسا کہ تحفۃ الزائر میں ہے! اور یہ بھی اسی کتاب میں ہے کہ زمانہ سفاح میں تشریف لائے تھے تو شاید دوسری بار تشریف لائے ہوں گے۔ اور بروقت تشریف لانے حضرت صادق علیہ السلام کے روضہ مقدس کا موجود ہونا ظاہر ہوتا ہے اس سبب سے کہ چند احادیث میں در حائر اور در شرقی وغیرہ ہمارے حضرت نے داخل ہونے اور ان پر بروقت زیارت پہنچنے کو لکھا ہے۔ چنانچہ زیارت اول و زیارت دوم و ششم و دوازدہم کے ضمن میں درمیان تحفۃ الزائر مذکور ہے اور ہارون رشید نے اسی صدی میں قبر مطہر جناب امام حسین علیہ السلام کی زمین جوتوائی۔ اور بیری کا درخت کہ جس سے نشان قبر مطہر اور مرقد منور کا پہچانا جاتا تھا کٹوا ڈالا۔ جلاء العیون اور قمقام میں بحوالہ امالی شیخ طوسی یہ مذکور ہے کہ یحیی بن مغیرہ رازی نے کہا کہ میں ایک مجمع میں جریر بن عبد الحمید کے پاس بیٹھا تھا کہ ناگاہ ایک عراقی آیا۔ جریر نے حال عراق اس شخص سے پوچھا کہا کہ ہارون رشید نے اطراف قبر امام حسین علیہ السلام کو کھدوایا ہے۔ اور درخت بیری کا بھی جو علامت اور نشانی جائے قبر امام کی تھی اسکو بھی کاٹ ڈالا جریر نے یہ سن کر اپنے ہاتھ آسمان کیطرف اٹھائے اور کہا کہ اللہ اکبر رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا لعن اللہ قاطع السدرۃ یعنی بیری کے درخت کاٹنے والے پر خدا کی لعنت ہے۔ اب اس حدیث کے معنی اور مطلب ظاہر ہوا۔ مقصود ہارون رشید کا اس درخت کاٹنے سے یہ تھا کہ مقام زیارت کا بے پہچان ہو جاوے۔ اور نشان قبر و مشہد و مرقد مٹ جائے۔

تیسری صدی کے حالات

قمقام میں ہے کہ جب واثق باللہ عباسی چوبیسویں ذی الحجہ کو ۲۳۲ھ میں بہ مرض استسقا مر گیا تو متوکل خلیفہ ہوا۔ ہادی التواریخ میں ہے کہ اسی روز بعد مرنے واثق کے لوگوں نے متوکل سے بیعت کی۔ یہ مردود خاندان رسول کا بڑا دشمن تھا قمقام میں ہے۔ کہ متوکل

باللہ امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب سے بغایت درجہ دشمنی اور عداوت رکھتا تھا اور باوجود عداوت فطری ایسے اشخاص کہ جو جناب امیر علیہ السلام کے بغض و تعصب میں مشہور تھے مانند علی بن جہم شاعر شامی اور عمر بن فرج رحجی اور ابو السمط اولاد مروان اور عبداللہ بن محمد ہاشمی معروف با بن اترجہ اور ابو العبر کی اسکے ندیم اور ہمنشین اور دوست تھے یہ لوگ بے ایمان ہر وقت متوکل کو اولاد علیؑ کے قتل پر تحریص کرتے تھے اور ان کے زور پا جانے سے ڈراتے تھے۔ آخر کار متوکل کے دل میں عداوت جناب امیر علیہ السلام اور انکی اولاد امجاد کی پوری طرح جاگزین ہو گئی۔ اور ایک گانیوالی عورت تھی اسکی عادت تھی کہ جب متوکل بزم شراب میں بیٹھتا تھا تو یہ عورت چند خنیا گر عورتوں کو اس کے پاس بھیجا کرتی تھی۔ ایکدن ان عورتوں میں سے متوکل نے ایک عورت کو طلب کیا وہ اس کے ساتھ بہت مانوس تھا۔ وہ عورت وہاں نہیں تھی ایک اور عورت کو بھیجدیا۔ زن مطلوبہ اسی وقت آگئی اس عورت گانیوالی نے فوراً اسکو بھی متوکل کے پاس روانہ کر دیا۔ متوکل نے سبب اس کے غائب ہونے کا پوچھا اس عورت نے کہا کہ میں ہمراہ عورتوں کے حج کو گئی تھی متوکل نے کہا کہ یہ مہینہ شعبان کا ہے اس ماہ میں حج نہیں تھا۔ سچ بتا تو کہاں گئی تھی اس عورت نے کہا کہ میں جناب امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو کربلا میں گئی تھی۔ یہ سنکر متوکل بہت غضبناک ہوا اور اسکو قید کر دیا۔ اور تمام مال و اسباب اس کا ضبط کر لیا اور لوگوں کو کربلا کی زیارت کرنے سے منع کیا اور تین روز کے بعد منادی کرا دی کہ جو شخص امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو جائیگا وہ قید ہو گا۔ اور ہر طرف ایک ایک میل کے فاصلہ سے پہرے بٹھا دیئے کہ جو شخص زیارت کو جلوے اسے قید کر لادیں۔ بعد اسکے ایک شخص کو جس کا نام دیزج تھا۔ یہ شخص اول یہودی تھا بعد کو ظاہر کرتا تھا کہ میں مسلمان ہوں طلب کر کے حکم دیا کہ تو کربلا کو جا کر نشان قبر امام حسین علیہ السلام محو کر دے اور زمین جتوا کر وہاں کھیت کروا دے۔ اور ضریح مقدس کو برطرف کر کے برباد کر دے۔ دیزج گیا اس نے دو سو جریب زمین جتوائی جب قریب قبر منور کے پہنچا اسوقت مسلمانوں نے اس زمین کو نہ جوتا۔ دیزج یہودیوں کو لایا انسے وہ زمین جتوائی اور قبر منور پر پانی نہر فرات کا جاری کر دیا جسوقت پانی قریب قبر پہنچا۔ تو روان ہونے سے رک گیا اور ہر چہار طرف قبر کے روان ہو گیا۔ اور جائے قبر مطہر خشک رہی۔ وہ جگہ حائر کے نام سے مشہور ہو گئی یہانتک تھا خلاصہ تحریر صاحب تمقام زخار کا ملائے مجلسی ثانی تحفۃ الزائر میں فرماتے ہیں۔ حد حائر کلام علماء سے مختلف طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ دیوار ہائے صحن نے جس زمین کا احاطہ کیا ہے وہ حائر ہے پس تمام صحن اور عمارات متصلہ روضۂ مقدس اور دونوں مسجدیں اور غیر انکا جو اس سے متعلق ہے تمامتر داخل

حائر ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے اصل ضریح ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں۔ کہ اصل ضریح اور وہ عمارت ہے کہ جو ضریح سے متصل ہے۔

اور کربلا والوں کے علما کے نزدیک اور وہاں کے رہنے والوں میں یہ مشہور ہے کہ اول صحیح ہے یعنی تا دیوار ہائے صحن مبارک اور بعض تعمیر کرنیوالوں اور اہل فضل اماکن مقدسہ سے یہ سنا گیا ہے کہ صحن شریف نے ازپیش رو اور دہنی بائیں طرف سے تغیر نہیں پایا اور پشت سر کیطرف سے البتہ تغیر ہوا ہے اور مقدار کمی وزیادتی معلوم نہیں اور دور نہیں کہ جو صحن کو حیاط ہے وہ داخل حائر ہو اور جو جگہ کہ بلند ہے وہ حائر نہیں چنانچہ ابن ادریس علیہ الرحمہ نے سرائر میں لکھا ہے۔ کہ اس زمین کو حائر اس سبب سے کہتے ہیں کہ لغت عرب میں حائر زمین پست کو کہتے ہیں اس لئے کہ پانی اسجگہ ساکن اور حیران ہو جاتا ہے۔ اور شیخ شہید اور جماعت دیگر نے کہا ہے کہ یہ مقام اس سبب سے حائر کے نام سے موسوم ہوا کہ زمان متوکل میں قبر کے نشان مٹانیکو پانی کو چھوڑا گیا تھا۔ مگر باعجاز امام حسین علیہ السّلام وہ گرداگرد قبر منور بلند ہو گیا اور اندر اسکے زمین خشک رہی۔ بنابریں مسجد بزرگ حائر میں داخل نہیں بلکہ جو کچھ دہنے اور بائیں اور جو اس کے پیچھے ہے منجملہ صحن کے وہ سب حائر نہیں اور دخول حجرہ ہائے صحن کا حائر میں بنابر احتمال اول و اخیر اشکال سے خالی نہیں اور بنابر ان اقوال کے کہ جو مذکور ہوئے طریق احتیاط قصر و اتمام نماز میں اس مقام پر ناقد بصیر پر ظاہر ہوتی ہے۔ یہ ملخص ہے عبارت تحفۃ الزائر کا۔ اب موافق روایات دیگر کے انہدام عمارت روضہ و قبر امام حسین علیہ السّلام بحکم متوکل لکھا جاتا ہے۔ سیوطی نے تاریخ الخلفا میں لکھا ہے فی سنۃ ست وثلثین ومائتین امر بھدم قبر الحسین وھدم ما حولہ من الدور ان نعمل مزارع ویمنعو الناس من زیارتہ وبقی صحراء و کان المتوکل معروفا بالنصب فتالم المسلمون لذلک وکتبوا شتمہ فی الحیطان و ھجاہ الشعراء خلاصہ یہ ہے کہ ۲۳۶ھ میں متوکل نے حکم دیا کہ قبر امام حسین علیہ السّلام کو مع اس عمارت کے جو گرد اس کے ہے اکھاڑ ڈالیں اور وہاں کھیتی کریں اور لوگوں کو وہاں کی زیارت کرنے سے منع کریں بعد اس کے جنگل باقی رہ گیا۔ اور متوکل نصب و عداوت جناب امیر علیہ السّلام میں معروف اور مشہور تھا اس امر سے مسلمان بہت رنجیدہ ہوئے اور اسی سبب سے لوگوں نے مسجدوں اور دیگر مقاموں پر مثل دیوار و کے دشنام و مذامت متوکل لکھدی اور شاعروں نے اسکی ہجو لکھی۔ اور ریاض الشہادۃ میں ہے کہ جس وقت متوکل نے یہ خبر سنی کہ اطراف قبر جناب امام حسین علیہ السّلام کے آبادی ہو گئی ہے اور لوگوں نے گھر بنالئے

لئے ہیں اور لوگوں نے وہاں مجاورت اختیار کرلی ہے۔ اور اطراف و جوانب سے بہت سے لوگ آتے ہیں یہ سنکر اسکی دیگ عصبیت جوش میں آئی۔ اور ایک امیر کو اپنے حکم دیا۔ کہ کربلا میں فوج لے کر جائے۔ اور امام حسین علیہ السلام کی قبر منور اکھاڑ کر اس کا نشان مٹا دے۔ اور لوگوں کو زیارت سے منع کرے اور ملائے مجلسی ثانی نے جلاء العیون میں اور صاحب قمقام زخار نے بحوالہ امالی شیخ طوسی تحریر فرمایا ہے کہ جب متوکل نے اژدحام لوگوں کا کربلا میں مرقد منور امام حسین علیہ السلام پر ہونا سُنا تو اپنے ایک امیر کو ۲۳۷ھ میں مقرر کیا کہ وہ نشان قبر مطہر مٹا دے۔ اور لوگوں کو زیارت سے منع کرے جب وہ امیر کربلا میں گیا اور لوگوں کو زیارت سے منع کیا۔ نواح کربلا کے اہل قریہ جمع ہو گئے۔ سب نے باتفاق کہا کہ اگر متوکل ہم سب کو قتل کر ڈالیگا تب بھی ہم سب زیارت سے باز نہ رہیں گے۔ یہ واقعہ امیر نے متوکل سے کہا اسوقت متوکل اپنے قصد سے باز رہا۔ بعد اس کے لوگ بفراغ بالی زیارت کو جاتے تھے ۲۴۷ھ آئی تو اسوقت پھر متوکل کو خبر ملی کہ اہل کوفہ و کربلا کے نواح کے لوگ زیارت کو کربلا میں آتے ہیں اور جمعیت عظیم بر سرِ قبر ہوتی ہے اور بازار لگتا ہے اور لوگ باہم معاملے کرتے ہیں۔ اس سال میں پھر اس نے ایک فوج کثیر منع زیارت کو بھیجی اور حکم دیا کہ زیارت کو منع کرے اور جو نہ مانے اسے قتل کرے۔ اور اطرافِ قبر میں کھیتی کرائے اور قبر کو نابود کر دے۔ اور بھی جلاء العیون میں بحوالہ امالی شیخ طوسی ہے کہ جب متوکل نے اپنے ملازم کو کربلا میں معہ ایک جماعت کے بھیجا۔ اور حکم دیا کہ قبر منور امام حسین علیہ السلام کو اکھاڑ کر نہر علقمی سے اس پر پانی جاری کر دے اور جو کوئی وہاں زیارت کو آئے اس کو قتل کر دے۔ زید مجنون جو دوستانِ جناب امیر علیہ السلام سے تھے اُسوقت مصر میں تھے۔ جب یہ خبر انکو ملی تو بہت محزون و غمگین ہوئے۔ اور وہاں سے بقصدِ زیارت چلکر کوفہ میں آئے وہاں بہلول دانا کو دیکھا کہ مصلحتاً بخوف دشمنان دیوانہ بن گئے تھے۔ زید نے بہلول کو سلام کیا۔ بہلول دانا نے کہا کہ تم نے مجھے پہلے اس سے نہ دیکھا تھا تم مجھکو کیسے پہچانتے ہو۔ زید نے کہا کہ ہم اور تم عالم ارواح میں مربوط تھے اس عالم میں وہی شناسائی ہے بہلول نے کہا کہ سچ کہتے ہو۔ پھر پوچھا کہ تم اپنے شہر سے یہاں کیوں آئے ہو نہ کچھ توشہ رکھتے ہو نہ راحلہ زید نے کہا کہ متوکل نے امام حسین علیہ السلام کی قبر پر جفا کی ہے۔ میں بیتاب ہو کر چلا آیا ہوں۔ بہلول نے کہا کہ میں اور تم زیارت کو کربلا کو چلیں۔ پس دونوں زیارت کو گئے۔ جب کربلا میں پہنچے۔ تو دیکھا کہ قبر امام حسین علیہ السلام پر پانی چھوڑ دیا ہے وہ پانی بقدرت و کرم الٰہی گرد حائر کے بلند ہو گیا ہے

اور مرقدِ منور بھی بلند ہے۔ جب یہ واقعہ دیکھا تو یقین ان کا اور زیادہ ہو گیا کہ نورِ خدا کسی کے چھپائے سے نہیں چھپتا۔ پس وہ شخص کہ جو اس کام پر مقرر تھا آیا اور کہا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو میں یہاں اس کام پر مقرر ہوں کہ قبر کا نشان مٹاؤں اور پانی یہاں چھوڑ دوں۔ اور جو زیارت کو آئے اسے قتل کروں۔ زید نے کہا کہ میری بھی یہی آرزو ہے کہ میں یہاں قتل ہوں۔ پس وہ شخص زید کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور قدم زید کے چومے اور کہا کہ مدت سے میں اس مکان کی خرابی پر مقرر ہوں ہر چند چاہتا ہوں کہ اس نورِ خدا کو محو کروں مگر روز بروز زیادہ ہوتا ہے۔ چند بار میں نے یہاں پانی چھوڑا۔ گردِ قبر تو بلند ہو جاتا ہے مگر اس کے نزدیک نہیں جاتا اب میں نے تم سے ہدایت پائی اور تمہارے ہاتھ پر توبہ کی۔ میں متوکل سے اس واقعہ اور اعجاز کو نقل کرونگا چاہے مجھکو وہ قتل کرے چاہے چھوڑ دے۔ وہ مرد متوکل کے پاس گیا۔ اور معجزات مرقد منور کے بیان کئے۔ متوکل نے اسکو قتل کر دیا۔ اور پاؤں میں رسی باندھکر لاش کو بازار میں کھچوایا۔ اور لاش کو لٹکوا دیا تاکہ دوسرا کوئی فضیلت اہلبیتِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نقل نہ کرے۔ زید یہ واقعہ سُنکر سامرہ میں گیا۔ اور لاش اس مرد کی دفن کر دی۔ اور تین روز تک اسکی قبر پر قرآن پڑہا۔ تیسرے روز زید نے دیکھا کہ بہت سے آدمی روتے ہیں اور عورت و مرد با موئے پریشان گریبان پھاڑے پسِ جنازہ آتے ہیں۔ اور ایک جماعت سیاہ علم لئے گرد ایک جنازے کے ایسا ہجوم کئے ہوئے ہیں کہ تمام راہ بند ہے۔ زید نے گمان کیا کہ شاید متوکل مر گیا۔ پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک کنیز متوکل کی تھی جسکو وہ بہت دوست رکھتا تھا۔ وہ مر گئی پس اسکو دفن کر کے مشک اور دیگر خوشبو اور پھول قبر پر ڈالے اور اس پر قبۂ عالی تعمیر کیا۔ زید نے یہ دیکھکر آہِ سرد دل سے کھینچی اور فریاد کر کے کہا کہ افسوس و واویلا کہ حسینؑ تو پیاسے غربت میں شہید ہوئے ہیں اور اہلبیتؑ اور ان کے بچے اسیر ہو کر دیار بہ دیار پھرائے گئے وامصیبتا ان پر تو کوئی نہیں روتا بلکہ انکی قبر کے محو کرنے میں کوشش ہے۔ باوجودیکہ وہ حضرت نورِ چشم جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور ایک کنیز سیاہ کے لئے اس قدر شور و بکا ہے اور اس اکرام کیساتھ دفن کر کے مقبرہ تعمیر کیا ہے۔ پس چند شعر اس مضمون کے لکھے اور متوکل کے ایک دربان کو دیئے۔ جب متوکل نے وہ شعر پڑھے بہت غضبناک ہوا اور متوکل نے زید کو ڈرایا زید نے بہت سے کلمات نصیحت کے کہے متوکل نے کہا کہ ابوتراب کون ہے جو تو اسکے فرزند کی اسقدر مدح و ثنا کرتا ہے اور فضیلت کو دکھاتا ہے۔ زید نے کہا کہ مجھ سے زیادہ فضیلت انکی جانتا ہے جو کوئی انکی فضیلت کا

انکار کرے۔ وہ شخص کافر اور منافق ہے! اور بہت سے فضائل ان حضرت کے بیان کئے متوکل نے زید کو قیدخانہ میں بھیجدیا جب رات ہوئی تو متوکل نے خواب دیکھا کہ ایک مرد آیا اور اس نے اس کے سر میں ٹھوکر ماری اور کہا کہ اُٹھ اور زید کو رہا کر دے۔ ورنہ ابھی میں تجھکو ہلاک کر دوں گا۔ متوکل نے اسی وقت قیدخانہ سے بُلایا اور خلعت دیا اور کہا کہ جو حاجت رکھتا ہے اسے بیان کر۔ زید نے کہا کہ امام حسینؑ علیہ السلام کے روضہ بنانے اور اسکی زیارت کی اجازت دے۔ زید خوشحال باہر آئے اور ندا کی کہ جس کا جی چاہے وہ زیارت امام حسین علیہ السلام کو کربلا جائے اُسے امان ہے۔ اور یہی جلاء العیون اور تمقام میں ہے کہ مفضل شیبانی سے روایت ہے کہ متوکل نے اپنے بیٹے منتصر کے سامنے جناب صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہراؑ دختر نیک اختر و پارۂ جگر جناب رسولخدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو گالیاں دین منتصر نے یہ واقعہ ایک عالم سے نقل کیا۔ انہوں نے حکم اور فتویٰ دیا کہ قتل اس کا واجب ہے مگر جو شخص اپنے باپ کو قتل کرے۔ عمر اسکی گھٹتی ہے۔ منتصر نے کہا کہ جب میں خدا کی اطاعت کرونگا۔ تو مجھکو مرنے سے کیا ڈر ہے۔ یہ کہکر ترکی غلاموں کو حکم دیا۔ انہوں نے متوکل کو قتل کر دیا اور منتصر بعد اپنے باپ متوکل کے سات مہینے زندہ رہا۔ اور یہی جلاء العیون میں روایت ہے کہ عبداللہ طوری نے کہا کہ مینے حج کیا اور عراق کو گیا۔ چونکہ متوکل زیارت سے منع کرتا تھا اس لئے خوف کی حالت میں زیارت سے نجف اشرف کی مشرف ہُوا۔ پس کربلا کیطرف برائے زیارت جناب امام حسین علیہ السلام متوجہ ہُوا وہاں پہنچکر کیا دیکھتا ہوں کہ قبر پر امام حسین علیہ السلام کی پانی چھوڑ دیا ہے اور بیلوں کے ہلوں سے زمین کو جوتتے ہیں۔ جب قریب قبر مطہر پہنچتے ہیں رُک جاتے ہیں۔ ہر چند لکڑیاں ان کے مارتے ہیں مگر قبر کی طرف قدم نہیں اٹھاتے۔ دہنے بائیں کو قبر کے بیچ جاتے ہیں۔ پس مجھکو زیارت میسر ہوئی میں زیارت پڑھکر پلٹ آیا اور اپنے دلمیں کہا کہ بنی امیہ نے ان حضرت کو شہید کیا اور بنی عباس باوجود قرابت و یگانگت اس کا افسوس کرکے کہ ہم وقت قتل امام حسین علیہ السلام کیوں نہیں تھے جو ہم اس سے محروم رہے۔ قبر کی خرابی اور روضہ کی بربادی سے اپنا دل خوش کرتے ہیں۔ جب میں بغداد میں پہنچا تو میں نے لوگوں میں اضطراب پایا میں نے سبب اضطراب دریافت کیا تو معلوم ہُوا کہ خبر متوکل کے قتل ہونے کی آئی ہے۔ پس میں نے جانا کہ یہ اعجاز حضرت امام حسین علیہ السلام کا ہے اور شکر خدا بجا لایا کہ الحمد للہ مینے بدلا اس روز کا دیکھ لیا یہ ملخص روایت جلاء العیون کا ہے۔ متوکل ملعون جو کبھی شوال

سنہ ۲۴۷ھ میں اپنے مقر کو گیا۔ اس کے بیٹے منتصر باللہ کے عہد میں ظاہراً تجدید روضۂ مطہر امام حسینؑ شروع ہوئی۔ اور چوتھی شوال روز قتل متوکل ہادی التواریخ میں ہے۔ اور تمقام میں بحوالۂ مقاتل الطالبین ابوالفرج اصفہانی یہ مرقوم ہے از محمد بن حسن اشنانی روایت کردہ کہ در آن ایام روزگاری برآمد کہ بزیارت امام نرفتہ بودم و از بُعد عہد ملول بودم حالی تن در مخاطرت در دادہ از کوفہ بدر آمدم و مردے از عطاران نیز مساعدت و مصاحبت من نمود بدینگونہ روزہا پنہان و شبہا در سیر بودیم نیم شبی کہ عوانان و مستحفظین خفتہ بودند از غاضریہ گذشتہ بمشہد مقدس آمدیم و ضریح مقدس را ندانستیم کجا است و صندوق مطہر از جائے برگرفتہ و باطراف مرقد مبارک آب افگندہ بود بدینسبب تر دہش و تفحص کردیم تا مرقد منور بیافتیم و ما خویشتن بر قبر افگندیم بسے بگریستیم بوئے سخت خوش از آن تربت فایح بود با مرد عطار گفتم اگر بگوئی چہ رائحہ ایست گفت من ندانم کہ در تمامت زندگی بوئے چنین نیکو بمشام من نرسیدہ است ہنگام معاودت با یار خویش نشانہا گذاشتہ با قبر مطہر بدرود نمودہ باز گشتیم چون متوکل کشتہ شد با جماعتے از طالبین و زمرہ از شیعیان بکربلا رفتہ آن علامات باز جستیم و چنانکہ از پیش بود آثار قبر پدیدار کردیم **چوتھی صدی کے واقعات** تمقام میں ابوریحان کی آثار باقیہ کے حوالے سے مرقوم ہے کہ بنی امیہ روز عاشور محرم تزینوا و اکتحلوا و عیّدوا واقاموا الولائم والضیافات وطعموا الحلاوات والطیّبات وجری الرسم فی العامۃ علی ذالک ایام ملکھم وبقی فیھم بعد زوالہ عنھم خلاصہ بنی امیہ عاشور کو زینت کرتے تھے اور سرمہ لگاتے تھے اور اُسدن کو عید قرار دیتے تھے۔ اور ولیمہ پکاکر آپسمیں دعوت کرتے تھے اور مٹھائی اور خوشبودار چیز کھلاتے تھے۔ اور یہ رسم عامہ میں جاری ہے انکی حکومت تک اور عوام میں یہ رسم بعد ان کے زوال کے بھی جاری رہی اور شیعیان حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کیواسطے لکھا ہے فانھم ینوحون ویبکون اسفا بقتل سیّد الشہداء علیہ السّلام خلاصہ شیعہ لوگ نوحہ کرتے تھے اور بسبب قتل جناب امام حسین علیہ السلام تاسف سے روتے تھے اور یہ بھی لکھا ہے ومن ودون فیہ التربۃ المسعودۃ بکربلا یعنی شیعہ لوگ تربت مسعودۂ کربلا کی زیارت بھی کرتے تھے بعد اس کے صاحب تمقام تحریر فرماتے ہیں علی الجملہ شیعہ لوگ بعد شہادت امام حسین علیہ السّلام ہمیشہ روز عاشورہ کو نحس جانتے تھے اور بہ لوازم تعزیت داری و سوگواری بسر کرتے تھے لیکن کسی کو

اس کے اظہار کی قدرت نہیں تھی اور زیارت کو بے کھٹکے باطمینان نہ کر سکتے تھے۔ تا اینکہ خدا نے اپنے
نور کے اتمام کو بذریعہ دو بادشاہ بزرگ کے دو مملکت وسیع میں حاکم کر کے بفراغ بالی دکھلایا اور
اسکی عزت دکھائی ان کے سبب سے باقامت مراسم مصیبت شیعہ کامیاب ہوئے۔ پہلے معز الدولہ ابوالحسین
احمد بن ابی شجاع بویہ بن ابی فنا خسرو بادشاہ ایران تھے۔ شیخ عمر بن الوردی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے
وفی سنۃ اثنتین وخمسین وثلث مائۃ امر معز الدولہ بالنیاحۃ واللطم ونشر
شعور النساء وتسوید وجوھن علی الحسین وعجزت السنۃ عن منع ذلک لکون
السلطان مع الشیعۃ خلاصہ ۳۵۲ھ میں معز الدولہ نے نوحہ کرنے طمانچہ مارنے اور عورتوں
کے بال بکھرنے کا امام حسین علیہ السلام کی مصیبت میں حکم دیا اور اہلسنت بسبب شیعہ بادشاہ کے
اس کے منع کرنے سے عاجز رہے۔ پھر صاحب تمام فرماتے ہیں کہ ۳۵۲ ہجری کا حال ایک کتاب میں
میری نظر سے یہ گذرا ہے کہ معز الدولہ نے اہل بغداد کو حکم دیا کہ امام حسین علیہ السلام کے ماتم کو برپا
کریں۔ اور دوکانیں بند کرادیں۔ اور طباخوں کو منع کر دیا کہ وہ کھانے پکا کر نہ بیچیں اور عورتوں کو حکم دیا کہ وہ
اپنے مونہہ پر خراش کر کے اور بال بکھرا کر مونہہ پیٹتی کوچہ و بازار میں امام حسین علیہ السلام پر گریہ کریں اور
دوسرے بادشاہ معز لدین اللہ ابو تمیم معد بن منصور بن قائم بن مہدی عبید اللہ فاطمی ۳۴۱ھ میں تخت
سلطنت مصر و مغرب پر زینت بخش ہوئے اور اسماعیلیوں کی خلافت انکو ملی۔ تقی الدین مقریزی نے
کتاب الخطط والآثار میں لکھا ہے قال ابن زولاق فی کتاب المعز لدین اللہ فی یوم عاشوراء من
سنۃ ثلاث وستین وثلثمائۃ انصرف خلق من الشیعۃ واشیاعھم الی المشھدین
قبر کلثوم ونفیسۃ ومعھم جماعۃ من الفرسان المغاربۃ ورجالتھم بالنیاحۃ
والبکاء علی الحسین علیہ السلام خلاصہ یہ ہے کہ ۳۶۳ ہجری میں معز لدین اللہ
نے شیعوں کو طرف مشہد کلثوم اور نفیسہ کے بھیجا اور وہ امام حسین علیہ السلام پر نوحہ و بکا کرتے
تھے اور ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ رسم دولت اسماعیلیہ میں تا حکومت آل ایوب جاری رہی
آل ایوب نے عبد الملک بن مروان کی سیرت کی تجدید کی انتہی۔ ملخصہ اس زمانے میں کربلا کی زیارت
بفراغبالی ہوتی تھی اور کوئی اس کا مانع نہ ہو سکتا تھا اور اسی صدی میں تجدید مشاہد مقدسہ عراق
معز الدولہ اور رکن الدولہ اور عضد الدولہ کے حکم سے زبان زد خلق ہے اور اسی صدی میں سلاطین

ں بویہ یہاں دفن ہوئے ہیں چنانچہ انکی قبور حائر میں موجود ہیں اور اسی وجہ سے کہ شیعہ بادشاہوں کی
ربلا کی زیارت اور زینت اور امام حسین علیہ السلام کی تعزیہ داری کیطرف توجہ ہوئی تو اطراف و
کناف سے لوگوں نے کربلا میں سکونت کرلی خصوصاً سادات اور بنی ہاشم یہاں آکر سکونت پذیر
و گئے۔ چنانچہ منصور بن ابو الحسن بن حسن بن احمد عجان بن حسین بن علی بن عبید اللہ بن حسن بن عبید اللہ بن
جناب ابو الفضل العباسؑ کی اولاد کا یہاں سکونت گزین ہونا عمدۃ الطالب سے پایا جاتا ہے ہر چند
عمدۃ الطالب میں سکونت کا انکی سنہ و سال نہیں لکھا لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو الطیب
محمد حسن کا سلسلہ نسب اس طرح ہے کہ وہ بیٹے ہیں حمزہ بن ابو عبید اللہ احمد بن ابو الحسن بن عبد اللہ
بن عباس خطیب بن حسن بن عبید اللہ بن حضرت عباسؑ علمدار کے اور سات پشت کا حضرت عباس
علیہ السلام سے فرق رکھتے ہیں انکو ظفر بن خضر فراغنی نے بستان البطریہ میں جبوقت دو سو کیانویں سنہ
تھے بسبب شدتِ حسد قتل کردیا۔ اور علی جروقہ بن ابراہیم جرو بن حسن بن عبید اللہ بن حضرت عباسؑ علمدار نے
سنہ ۲۶۴ھ میں وفات پائی اور ابو عبید اللہ بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبید اللہ بن حضرت عباسؑ سنہ ۲۸۶ھ میں فوت ہوئے۔
اس پر قیاس کرنے سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ نویں پشت کے اشخاص جو کربلا میں سکونت گزین ہوئے وہ
ضرور چوتھی صدی میں ہونگے۔ اور یہ جملہ حالات جو بیان ہوئے وہ کتاب عمدۃ الطالب میں ہیں علاوہ بریں
ابراہیم مجاب کے بیٹے محمد حائری جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کے پوتے اور آل ابو الغائر اور آل
ابی رُبہ اور آل بلیط اور آل معصوم اور ابو محمد عبد اللہ اور آل دخلینہ اور بنو نفیس اور آل زحیک اور آل رضی
اور حنفا اور آل اشراف جملہ سادات اولاد جناب امام موسی کاظم علیہ السلام جو پانچ پانچ چھ چھ سات سات
اور بعضے آٹھ پشت کے فرق سے تھے جسب تصریح صاحب عمدۃ الطالب کربلا میں سکونت گزین ہوکر
حائری کہلائے۔ ان کے صراحت احوال میں خوف طول ہے اور اولادِ امجاد حضرت جعفر طیارؓ سے بنو طیوری
جو بارہ واسطوں کے بعد آنحضرت کے پوتے ہیں۔ و سیطرح اولادِ زید شہید سے بنو مقری اور ابو الحسن کا
عقب کربلا میں مقیم ہوئے اور ان سب کیواسطے عمدۃ الطالب میں بالحائر یا کلہم فی الحائر یا انتقل
الی الحائر لکھا ہے وہ بھی اسی قیاس سے کربلا میں اسی صدی میں سکونت پذیر ہوتے ہیں اور جبکہ
اس مقدار کے خاندانوں کا کربلا میں سکونت کرنا معلوم ہوتا ہے۔ تو ضرور اہل حرفہ اور
پیشہ ور اس پر رہتے ہوں گے۔ ورنہ بغیر ان کے ان کا کام کسی طرح نہیں چل سکتا

ایسا خیال ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں نینوا اور غاضریہ اور شفیتہ اور عقر وغیرہم قریات جو کربلا کے گرد تھے - وہاں سے لوگ اٹھ اٹھکر کربلا میں آباد ہوئے - ظاہر ہے کہ ان آبادیونکا پتہ ان صدیونمیں نہیں چلتا - غرضکہ اس زمانہ میں کربلا کی آبادی بہت بڑی اور بڑی رونق معلوم ہوتی ہے اور اسی سنہ میں زینت روضۂ مطہر جناب امام حسین علیہ السلام اور خزانہ ہوگیا اور زیارت لفراغبالی کثرت زائرین سے ہوتی ہے! اور سنہ ۴۰۰ھ میں ابواحمد الحسین بن موسیٰ ابرش سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اور سید رضی کے والد نے وفات پائی - لاش انکی کربلا میں بغداد سے منتقل ہوکر آئی اور قریب مرقد منور جناب سید الشہدا علیہ السلام دفن ہوئے - قبر انکی معروف ہے -

پانچوین صدی کے حالات

حبیب السیر میں ہے کہ اس صدی میں اعراب نے روضۂ مقدس جناب امام حسین علیہ السلام پر فسادات برپا کئے - اور سیف الدولہ نے حلہ سے لشکر بھیجکر ان غارتگروں اور مفسدوں کو قتل کرادیا اور برکیاروق کے عامل کو سنہ ۴۹۴ میں کوفہ سے نکالکر اپنے قبضہ میں لے لیا - اور چھٹی محرم سنہ ۴۰۶ھ میں سید رضی علیہ الرحمۃ عالم امامیہ اثنا عشریہ نے بغداد میں وفات پائی اور لاش انکی منتقل ہوکر کربلا میں آئی - اور نزد مرقد منور جناب امام حسین علیہ السلام جہاں ان کے والد کی قبر ہے مدفون کئیگئی - از عمدۃ الطالب و نیز پندرہویں ربیع الاول سنہ ۴۳۶ھ میں بمقام بغداد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ حسب تحریر صاحب عمدۃ الطالب بغداد میں وفات پاگئے اور لاش انکی اسی صدی میں طرف کربلا کے منتقل ہوئی! اور جہاں قبر انکے والد اور بھائی کی ہے اسی جگہ روضۂ مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام میں مدفون ہوئے از عمدۃ الطالب - اور اسی صدی پنجم میں شمس الدین فخار عالم شیعہ مذہب جن کیواسطے لؤلؤۃ البحرین میں حائری لکھا ہے - کربلا میں ساکن تھے - صاحب نظام الاقوال نے ان کیواسطے مات سنۃ ثلثین واربعمائۃ لکھا ہے جس سے ثابت ہے کہ یہ سنہ ۴۳۰ھ میں وفات پاگئے

چھٹی صدی کے حالات

علمائے امامیہ اثنا عشریہ میں ہے کہ شمس الدین محمد بن احمد بن صالح لبستی اور محدث ذیشان الیاس بن ہشام شاگرد ابو علی طبرسی صاحب تفسیر مجمع البیان اسی صدی میں کربلا میں سکونت رکھتے تھے اسیوجہ سے حائری کہلائے گئے - جیساکہ شیخ یوسف بحرانی نے لؤلؤۃ البحرین میں لکھا ہے اور ابو علی طبرسی حسب تحریر صاحب لؤلؤۃ البحرین سنہ ۵۴۸ھ میں فوت ہوئے اور اسی صدی میں مسترشد خلیفہ عباسی نے روضۂ مقدس جناب امام حسین علیہ السلام کے خزانہ کو لوٹکر اپنے لشکر کو تقسیم کردیا - جس وقت

نہ وہ کربلا سے باہر گیا تو معہ اپنے بیٹے کے قتل ہوگیا۔ ملائے مجلسی علیہ الرحمہ جلاء العیون میں فرماتے ہیں۔
ابن شہر آشوب روایت کردہ است کہ مسترشد عباسی مالہائے خزانہ حضرت امام حسین علیہ السلام را
گرفت و گفت این حاجت بخزانہ ندارد و بالشکر خود قسمت کرد چون از کربلا بیرون رفت او و پسرش ہر دو
کشتہ شدند **ساتوین صدی کے حالات** اس صدی میں سید عبدالکریم بن سید احمد بن طاؤس
عالم جلیل القدر شیعہ سنہ ۶۴۸ھ میں بمقام کربلا متولد ہوئے صاحب لولوۃ البحرین فرماتے ہیں۔
انتہت ریاسۃ السادات وذوالنوامیس الیہ وکان اوحد زمانہ حائری
المولد حلی المنشاء بغدادی التحصیل کاظمی الخاتمہ ولد فی شعبان سنۃ
ثمان واربعین وستمائۃ **آٹھوین صدی کے حالات** اس صدی میں علامہ
حلّی علیہ الرحمہ عالم جلیل الشان شیعہ جو کہ حسب تحریر صاحب لولوۃ البحرین سنہ ۷۲۶ھ میں پیدا ہوئے
ہیں ایکبار زیارت جناب امام حسین علیہ السلام کو کربلا میں گئے تھے۔ مولانا محمد بن سلیمان تنکابنی
قصص العلماء میں تحریر فرماتے ہیں کہ انکی ملاقات صاحب العصر والزمان علیہ السلام سے ہوئی اور
موافق تحریر صاحب حبیب السیر سلطان محمد خدابندہ نے خدام عتبات عالیات کے وظیفے مقرر کیے
اور حبیب السیر میں ہے کہ امیر تیمور صاحبقران سات سو پچانوین سنین ہجری میں بغداد میں آیا سلطان احمد
والی عراق مال و متاع از قسم نقد و جنس اٹھا کر وہاں سے بھاگا امیر تیمور کی فوج نے اسکا پیچھا کیا صحرائے
کربلا میں مقابلہ ہوگیا اور لڑائی اور خونریزی ہوئی۔ سلطان احمد بھاگا۔ وہ مال و متاع فوج ظفر موج
نے امیر تیمور کی لے لیا۔ اور امام حسین علیہ السلام کی زیارت کیطرف متوجہ ہوئی اور اس شرف سے مشرف ہوئے
نوین صدی کے حالات جناب مرزا محمد حیدر شکوہ ابن مرزا محمد کام بخش ابن مرزا محمد سلیمان
شکوہ ابن شاہ عالم بادشاہ دہلی نے اپنے رسالہ علم حیدری میں جو عبارت تزک صاحبقرانی تحریر
فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے از جملہ تائیدات ربانی جنسے کہ میں مؤید ہوا یہ ہے کہ سنہ ۸۰۴ھ
میں شاہ روم نے چار لاکھ فوج جمع کر کے مجھ پر حملہ کرنیکا ارادہ کیا۔ میں بھی صف آرائی میں مشغول ہوا۔ اور
میں اپنے دہنے بائیں دیکھتا تھا۔ یکایک مینے دیکھا کہ سادات کربلا و نجف کی فوج عراق عرب کیطرف سے
چلی آتی ہے۔ اس فوج کے سردار سید محمد فتاح تھے وہ میری مدد کیلئے آئے تھے ان کیساتھ ایک سفید
علم تھا۔ مینے ان کے حاضر ہونیکا حکم دیا۔ سید محمد خود علمبردار اس لشکر کے تھے انہوں نے مجھسے عرض کیا کہ

جناب اسداللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہما السلام کو ہمنے خواب میں دیکھا۔ آنحضرت نے فرمایا
کہ علم بیضا اخ الترک کے پاس پہنچادو۔ اصحاب نجف نے کہا کہ اخ الترک امیر تیمور ہے کہ جس سے اور شاہ
روم سے لڑائی کا سامان ہے میں اسوقت شکر کا سجدہ بجالایا جو علما اسوقت میرے ساتھ تھے انہوں
نے مجھے بشارت دی کہ قرآن شریف میں ہے کہ روم آٹھ سو پانچ سنین ہجری میں مغلوب ہوگی۔ اور اسمیں
ایک لطیفہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے الٓمٓ غلبت الروم فی ادنی الارض یعنی رومی ادنائے ارض
میں مغلوب ہونگے اور ادنائے لفظ ارض فساد ہے اور ملفوظی لفظ ضاد بحساب ابجد آٹھ سو پانچ ہیں۔
اب کہ تیمور نے مجھے مبارکباد فتح کی دی۔ مینے وہ علم بیضا اسکے سپرد کیا جبکہ اس نے وہ علم دیکھا
اس پر رقت طاری ہوگئی۔ بعد اسکے وہ علم لیکر طرف لڑائی کے گیا۔ ایک بشارت کہ جس سے میں
مستبشر ہوا یہ ہے کہ زمین کوفہ میں مجھکو خبر دی کہ اس سرزمین میں دلبند رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم جناب ابو عبداللہ الحسین علیہ السلام کو سیاہ کوفہ وشام نے بحکم یزید پلید شہید کیا ہے۔ اور شہید
میں سے حضرت حُر علیہ الرحمۃ والغفران گنج شہیداں سے جدا مدفون ہیں۔ انکے بازو پر جناب امام حسین
نے جناب فاطمہ علیہا السلام کا رومال باندھ دیا تھا بعض لوگوں نے عرض کی کہ قبر اکھاڑ کر بطریق تبرک
اس رومال کو لے لیجے۔ مینے علمائے حاضر الوقت سے دریافت کیا سب نے نبش قبر کے حرام ہونیکا فتویٰ
دیا۔ اور مینے خلاف ادب جانکر اسکی جرأت نہ کی اسوقت سید مدنی نے جو ملا حسین سے نامزد
مجھ سے کہا کہ مدینہ منورہ میں شیخ زید ہاشمی کے پاس ایک چادر ہے کہ وہ جناب فاطمہ کے ہاتھ کے
سوت کاتے ہوئے کی بُنی ہے اور اسکی بناوٹ میں نقوش اور حروف ہیں۔ مجھے انکا شوق
پیدا ہوا۔ مینے ایک شخص کو شیخ ہاشمی کے طلب کو بھیجا۔ وہ معہ چادر آئے اور مجھے دیدی۔ حروف
ظاہر تھے اسکو مینے اپنے سر پر لیا۔ بعد اسکے مینے زیارت امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر اور مرقد منور
شرف حاصل کیا۔ وہاں کے سکان نے خاک پاک کربلا کا علم بطور ہدیہ مجھے دیا۔ اسکو میں نے سر اور آنکھ
پر رکھا۔ اور وقت زیارت ان معصوم کے ایسی رقت مجھ پر طاری ہوئی کہ تین روز مجھے امور سلطنت
اور حال لشکر سے کچھ خبر نہ رہی۔ میرا دل کربلا کی مفارقت کو کسی طرح گوارا نہ کرتا تھا اور اس مزار
الانوار کی دوری اور جدائی سے راضی نہوتا تھا۔ میرے امرائے رکاب انواع انواع کے حروف
طرح طرح کے حیلہ اور حکایات سے تکلیف اس بقعہ مبارکہ وشریفہ کی جدائی کی دی اور اہل کربلا نے میری

اور ہر روز کی زیارت کیواسطے ایک ضریح خاکِ شفا کی مجھے دی۔ اسکے دیکھنے سے پھر مجھپر بیحد رقت طاری ہوئی۔ اور شدتِ گریہ سے مجھے غش آگیا۔ رات کیوقت اس ضریح سے گریہ و فغان کی آواز آتی تھی۔ جس نے وہ آواز سنی بیہوش ہوگیا۔ اسیوجہ سے کہ اس ضریح سے یہ معجزہ ظاہر ہوا۔ اسکا ضریح معجزہ مینے نام رکھا اور سفر و حضر میں اسکو اپنا مونس گردانا۔ اور وہ اول محرم میں اس ضریح کو ایک مقام میں رکھکر بمشورہ سید مدنی تعزیہ داری کرتا ہوں۔ اور امام مظلوم کے مصائب کی روایات سنکر روتا ہوں اور کھانا ان مظلوم کے نام کا تقسیم کرتا ہوں۔ و نیز اس ضریح کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ کے اشعار عربیہ کی صدا جو اس ضریح سے آتی تھی الکا ترجمہ یہ ہے۔ واحسرتا بر غریبی و مظلومی حسینؑ ما کہ در کربلا تنہا بود و بر تنہائی خود استغاثہ و آوازِ فریادش گوش تمامی حاضرین صحرا را فرا گرفتہ و کسے بفریاد و مدد آن مظلوم نرسیدہ و اعجباہ نہر فرات قریب بود و از حسینؑ ما و فرزندان ما بعید بُدند و احسرتاہ در صحرائے کربلا از آب فرات وحش و طیر سیراب میشدند و حسینؑ ما را از آب مضائقہ نمودند و یک قطرہ ندادند حتی کہ برائے یکجرعہ آب بہر طرف مینگریست و کسے بر تشنگی سہ روزہ او رحم نخورد وائے لعنت خدا بر آن قوم کہ اسپانِ خود را سیراب ساختند و فرزندان ما را و جگر گوشگان رسولِ خدا لب آب داشتند وائے بر آن آب کہ در نہر فرات موج مور زید و بکام دہان حسینؑ با قطرہ ازان نرسید و اعجباہ تمامی لشکر کوفہ و شام آب فرات نوشیدہ و بحلق تفتہ حسینؑ ما آب خنجر چکیدہ اور بلفاصلہ لیسیر تحریر کیا ہے۔ از لاحظہ این حال این قدر گریہ فرمودیم کہ غش طاری گردیدہ در افتادیم۔ مخلص خان حاضر شدہ گلاب بر روئے من پاشیدہ در تسبیح آورد تا صبح بر تخت آنجا در گریہ و بکا ماندیم در آن وقت مخلص خان را حالت عجیب دست داد کہ در عالم جوش و خروش بار بار این شعر میخواند و مے نالید شعر حلال است آب بر ہر مرغ و ماہی ؂ چرا بر آل پیغمبر حرام است ؂ ز مشرق تا بمغرب آفتاب است ؂ علیؑ و آل او ما را امام است ؂ بوقت صبح چون افاقہ رو داد مخلص خان بہادر کہ در مذہب تسنن تعصب میداشت ہمین ظہور این معجزہ شیعی اثنا عشری گردید و این شعر انشا کردہ بر خانہ ضریح مبارک چسپانید شعر ہمیشہ در غم سبط رسولؐ میگرید درین ضریح جناب بتول میگرید۔ انتہی۔ اور اس صدی میں جمال الدین ابو العباس احمد بن شمس الدین محمد بن فہد حلّی اسدی عالم و مجتہد امامیہ اثنا عشریہ صاحب کتاب عمدۃ الداعی کربلا میں سکونت رکھتے تھے سنہ ۸۴۱ھ میں وفات پاکر خیمہ گاہ سے جانب جنوب دو ڈھائی سو قدم پر دفن ہوئے

انکی قبر منور پر سبز کاشی کا گنبد رفیع الشان بنا ہوا ہے۔ وہاں چند اشخاص جاروب کش اور محافظ بھی رہتے ہیں۔ کاتب الحروف چند بار اس مقبرہ کی زیارت سے مشرف ہوا ہے **دسوین صدی کے حالات** قصص العلما میں ہے کہ سنہ ۹۴۶ھ میں شہید ثانی کربلا میں تھے۔ شرح لمعہ فقہ امامیہ اثنا عشریہ کی کتاب انہی مجتہد عدیم المثال کی ہے۔ سنہ ۹۵۱ھ میں روم کیطرف تشریف لیگئے اور مقدس اردبیلی عالم شیعہ بسبب کثرت ورع و احتیاط بول و براز اپنا زمین نور آگین کربلا پر نہ ڈالتے تھے بلکہ ایک مشک بھر کر چار فرسخ سے باہر پہنچا دیتے تھے۔ یہ حال انکا قصص العلما میں محمد بن سلیمان تنکابنی کی مرقوم ہے۔ اور یہ جناب دسویں صدی میں تھے۔ جیسا کہ نجوم السما میں ہے اور اسی کتاب میں یہ بھی مشہور ہے کہ شاہ طہماسپ نے جناب مولانا ابراہیم قطیفی کی خدمت میں جائزہ بھیجا ان جناب نے رد کر دیا۔ مولانا شیخ علی نے ان پر اعتراض کیا کہ جناب امام حسن ؑ نے معاویہ کے جوائز کو قبول فرمایا تھا آپ کیوں واپس دیتے ہیں انہوں نے جواب دیئے۔ یہ بھی دسویں صدی کا واقعہ ہے۔ حبیب السیر میں ہے کہ سنہ ۹۱۴ھ میں شاہ اسمٰعیل صفوی نے روضۂ مقدس جناب امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور تجدید و ترفیع و تزئین روضہ ہائے مقدس جناب امام حسین علیہ السلام اور جناب ابوالفضل العباس اور حضرت حر رضہ کی ان سے وقوع میں آئی اور چادر زربفت صندوق قبر جناب سید الشہدا علیہ السلام اور قندیلہائے طلائی اور دیگر اجناس لطیفہ چڑھائیں۔ اور طرح طرح کے اطعمہ لذیذہ اور اقسام اقسام کی شیرینی روضۂ مطہر کے زائروں اور مجاوروں کو کھلائے۔ اور ایکرات بادشاہ موصوف مرقد منور پر جناب امام حسین ؑ علیہ السلام کے معتکف رہا۔ اور پھر دوسری بار صندوق طرح طرح کے نقوش کے مراقد منورہ پر بڑے کاریگر نجاروں سے جدا کر رکھے۔ اور کہنہ صندوق جدا کر دیئے۔ اور خادم بیگ کو خلیفۃ الخلفا سے ملقب اور ابو المنصور سے مکنی کر کے تمام تر کام آئمہ عراق کے مزاروں کا ان سے متعلق کر دیا۔ اور جناب سید نعمۃ اللہ جزائری شوستری نے شاہ اسمٰعیل کیلئے یہ تحریر فرمایا ہے کہ انھوں نے نبش قبر حضرت حر رضہ کر کے انکی لاش مطہر سے رومال کو کھولا فوراً اس لاش کے سر کے زخم سے خون تازہ جاری ہو گیا پس اسیوقت اسکو باندھ دیا۔ اور نہر کا کھودنا مومن دوراویش کی خواہش سے جو مشہور ہے اور اسکی تاریخ آب روان شد بکربلائے حسین ہے۔ جس سے سنہ ۹۵۷ھ برآمد ہوتے ہیں کاتب الحروف نے اسکی تاریخ دنبیا دِ فیض رکھی ہے۔ مگر اس نہر کا اس سنہ میں کندہ ہونا مشکوک فیہ ہے اسلئے کہ اگر سنہ ۹۵۷ھ سے پہلے یہاں

پانی نہیں تھا تو جن لوگوں کا یہاں سکونت گزین ہونا قبل کی صدیوں میں مثل الیاس بن ہشام حائری اور عبد الکریم بن سید احمد بن طاؤس اور شہید اوّل رحمہم اللہ کی ثابت ہے اور امیر تیمور کا وہاں جاکر معہ لشکر و امراء رہنا اور ۸۰۵ھ میں سادات کربلا کا علم بیضا لیکر امیر تیمور کا مددگار ہونا یہ سب امور اس پر دلالت کرتے ہیں کہ قبل ازیں کوئی معقول ذریعہ ان سب کی آبنوشی کا ضرور تھا۔ اُسوقت میں نہر کھودنے کی ضرورت نہیں تھی اور مختلف اقوال جنیں بہت اضطراب ہے اس خبر کے بے اصل ہونیکے مخبر ہیں۔ باقی راز سربستہ را خدا داند۔ اور اس صدی میں نظام شاہ نے بہت سا زرِ نقد متحقین کربلا کو بھیجا اور اسی صدی ۹۵۶ھ میں شاہ طاہر کی لاش ہند سے کربلا گئی اور روضۂ مقدس میں دفن ہوئی اور ۹۶۱ھ میں احمد نظام شاہ و برہان نظام شاہ قبہ مطہر سے باہر دفن ہوئے اور ۹۹۶ہجری میں لاش مرتضیٰ نظام شاہ کی زمین کربلا کے پیوند ہوئے۔ اور از جملہ سلاطین بہمنیہ محمد شاہ کی ماں نے نجف و کربلا کے مستحقین کیلئے مال و اسباب کثیر بھیجا۔ مگر یہ واقعہ ۷۶۷ھ کا ہے۔ یہ سب وقائع سلاطین کے تاریخ فرشتہ میں ہیں **گیارھویں صدی کے حالات** اس صدی میں شاہ عباس صفوی نے چینی کی اینٹ ایجاد کرکے روضۂ جناب سید الشہدا کی تجدید کی قصص العلماء میں ہے کہ اس گیارھویں صدی میں شیخ محمد بن حسن بن زین الدین شہید ثانی کربلا میں مشغول تدریس تھے اور زین الدین انکے فرزند بھی ان روزوں میں ان کے پاس آگئے۔ ایکدن یہ نماز پڑھتے تھے کسی مردود نے انکے تیر مارا۔ مگر وہ خطا کر گیا۔ اور نجوم السماء میں ہے کہ یہ جناب بالائے بام نماز پڑھتے تھے اور جناب حُرّ عاملی امل آمل میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ محمد حسین عالم میرے ہمعصر کربلائے معلیٰ میں سکونت گزین ہیں اس زمانہ میں کثرت علمائے شیعہ کی کربلا میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ میر باقر داماد بھی اسی صدی میں شاہ صفی صفوی کے ہمراہ زیارات مشاہد مقدسہ عراق سے مشرف ہوئے **بارھویں صدی کے حالات**

اس بارھویں صدی میں اخباریوں کا کربلا میں بڑا زور اور تسلط تھا۔ اصولی علماء پوشیدہ تہ خانوں میں درس دیتے تھے جیسا کہ قصص العلماء میں ہے۔ اور اخباری اصولیوں کی کتابوں کو رومال اور چادر ہا تھ میں لیکر اٹھاتے تھے۔ اور انکو نجس کرکے مس نہ کرتے تھے۔ اور اس صدی میں مولانا شیخ یوسف بحرانی صاحب حدائق و لولوئۃ البحرین جو اخباری تھے کربلا میں ساکن تھے۔ جناب آقا محمد باقر بہبہانی نے خواب میں دیکھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام ان سے فرماتے ہیں کہ ناخن اپنے تراشو۔ ان جناب نے شیخ یوسف

بحرانی سے کہا کہ میں اخباریوں سے مباحثہ کرونگا۔ اور آقائے موصوف نے مباحثے میں اخباریوں پر غلبہ پایا۔ شیخ یوسف بحرینی ۱۱۸۶ھ میں بمرض طاعون وفات پا گئے۔ آقا سید محمد بہبہانی نے انکے جنازے کی نماز پڑھی۔ یہ سب قصہ جناب محمد بن سلیمان تنکابنی کے قصص العلما میں ۱۹۶ صفحہ پر لکھا ہے اور صاحب تحفۃ العالم تحریر کرتے ہیں کہ مولانا عبد اللطیف خان شوستری اس صدی میں ساکن کربلا تھے اور نجوم السما میں ہے کہ مولانا شیخ جعفر اسی صدی میں کربلا میں وفات پا کر دفن ہوئے اور مولانا سید محمد شفیع بن سید طالب نے کربلا کی مجاورت اختیار کی۔ اور آقا محمد علی عالم بن آقا محمد باقر بہبہانی ۱۱۴۴ ہجری میں بمقام کربلا پیدا ہوئے اور یہاں ہی تحصیل علم کیا انتہیٰ ملخصہ۔ اور نادر شاہ اسی صدی میں کربلا و نجف اشرف اور کاظمین کی زیارت سے مشرف ہؤا۔ اور اس صدی میں جب ۱۱۸۶ھ تھی۔ کربلا میں وبائے طاعون تھی۔ بہت سے اشخاص اور علماء اسمیں وفات پا گئے۔ جیسا کہ نجوم السما اور قصص العلما میں ہے، اور قصص العلما میں یہ بھی لکھا ہے کہ سید مہدی بحر العلوم طبا طبائی حسنی حسینی اولاد حسن مثنیٰ و فاطمہ شب جمعہ ماہ شوال ۱۱۵۵ھ میں بمقام کربلا متولد ہوئے اور جبکہ مولینا شیخ علی اور شیخ حسن ہر دو برادر میں درباب تدریس بجائے پدر مناقشہ ہؤا تو شیخ علی نے کہا کہ میں نجف سے کربلا جاتا ہوں تم نجف میں ہو جب شیخ علی کربلا آئے تو سب طلبا کربلا میں آ گئے۔ پس شیخ حسن حلہ کو چلے گئے۔ یہ بھی واقعہ بارہویں صدی کا ہے

تیرھویں صدی کے واقعات

نجوم السما میں ہے مولانا محمد شفیع بن سید طالب ۱۲۰۴ھ میں بماہ جمادی الاول فوت ہو کر حسب وصیت حائر میں دفن ہوئے اور قصص العلما میں ہے کہ شیخ احمد احسائی نے کربلا میں سکونت اختیار کی۔ سید کاظم رشتی نے ان کے مذہب کو رواج دیا مذہب انکا شیخی کہلایا جاتا ہے۔ اور بابی مذہب بھی انہی روزوں میں نکلا ہے۔ رئیس بابی مذہب والوں کے میر علی محمد باب ہیں۔ انکی تفصیل قصص العلما میں ہے۔ اور بھی اسی کتاب میں ہے کہ اسی صدی میں وہابیوں نے قتل و غارت بے اندازہ کی چنانچہ عبارت اسکی یہ ہے چون جماعت فسقہ فاجرہ غادیہ باغیہ ہالکہ ضالہ مضلہ طائفہ وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ بکربلا ریختند و در آنجا قتل و غارت بے اندازہ نمودہ صندوق مطہر شکستند و بر سر قبر مطہر ریختند و قبر مبارک آنجناب را تشگافتند دیدہ کہ آنحضرت جان عالم فدائے جان پاک شان با بدن پارہ پارہ بر سر بوریا نہادہ بناگاہ ہوا بہم خوردہ باد شدید وزیدن گرفت پس وہابیہ گریختند پس خدام آن مرقد مطہر قطعات صندوق را کہ صندل سفید بود بشکل تسبیح ساختند و در نزد اہل ایران

آوردند از آنجملہ چند عدد از آن بدست والد افتادہ کہ چند دانہ را من دارم امید کہ آنرا در گفتم گذارند انتہیٰ بقدر الحاجۃ اور صاحب مجمع التواریخ جو اس واقعہ کے بارے میں لکھتے ہیں اسکا خلاصہ یہ ہے۔ کہ عبد الوہاب نجدی نے دو لاکھ سپاہ جمع کر کے قصد کربلا کا کیا اور پہلی ذی الحجہ ۱۲۱۶ھ میں کربلا میں داخل ہو کر دست غارتگری دراز کیا اور قریب ہزار مردم کے جو کربلا میں مجاور اور ساکن تھے شہید کیا بعد اس کے نجف اشرف کو لوٹا اور مدینہ منورہ کا قصد کیا اور دیگر مزار متبرکہ کو غارت اور مسمار کیا۔ جس وقت سلطان روم اور خدیو مصر کو یہ خبر پہنچی تو چند دستے فوج کے اس جفاجو کی سرکوبی کیلئے مقرر کر دیئے اور عبد العزیز رئیس اور مسعود اسکا بیٹا یہ دونوں بمعہ ہمراہیان مقتول ہوئے اور قصص العلماء میں ہے کہ ابراہیم زعفرانی زمانے میں مولانا ابراہیم بن سید محمد باقر موسوی رحمۃ اللہ کی رؤسائے اشرار سے تھا بغداد سے پاشا آیا اور اسکے گروہ پر غلبہ کر کے اسکو معہ ہمراہیان گرفتار کر لیا اور بجائے دیگر لکھا ہے پاشا بغداد بعزم محاصرہ و تسخیر کربلا با عساکر زیاد حرکت نمودہ در ہماں آوان این حقیر در بالائے سر مرقد مطہر جناب حضرت سید الشہدا علیہ السلام استخارہ نمودم کہ حرکت بکنم و در ہمانجا بمانم این آیہ آمد ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا الآیہ و اسباب حرکت ہم موجود نبود از افاضات امام بلا فاصلہ خرجے فراہم آمد و حرکت بجانب کاظمین علیہما السلام نمودم در اندک زمانے پاشا بر کربلا غالب آمد و نہیب و اسیر قتل کرد و اشرار را گرفتہ مقید و مغلول بجانب بغداد آوردند انتہیٰ۔ بقدر الحاجۃ اور اسی صدی ۱۲۴۵ھ یا ۱۲۴۶ھ میں شریف العلماء محمد شریف بن ملا حسن علی نے جن کا مولد کربلا ہے بمرض طاعون معہ اپنے پسر کے وفات پائی اور نسل انکی منقطع ہو گئی۔ محمد بن سلیمان تنکابنی انکے ذکر میں تحریر فرماتے ہیں مولدش در کربلا و مدفنش نیز در کربلا اور بجائے دیگر انہیں کے ذکر میں فرمایا ہے وفات او در کربلائے معلےٰ و در سرداب خانہ خود مدفون گشت و از آزار طاعون شربت شہادت نوشید و وفات او در سال ہزار و دو بست و چہل و پنج یا چہل و شش بودہ است و او را پسرے بود کہ در ہمان سال وفات یافت از ہماں مرض طاعونی و نسلش منقطع گشت۔ اس سے ثابت ہے کہ اس صدی میں بمقام کربلا طاعون کا مرض تھا اور اسی صدی میں آقا سید علی صاحب ریاض المسائل کا درس گرم تھا اور سید مہدی ابن مولانا سید علی طباطبائی اپنے والد کی مسجد میں بمقام کربلا درس دیتے تھے۔ اور میرزا محمد ہادی موسویؒ اس صدی میں کربلا میں ساکن تھے سنہ ۱۲۱۵ھ میں پیش روئے شہدائے کربلا رواق میں دفن ہوئے۔ مرادۃ الاحوال میں

ان کا حال ہے اور جناب مولانا سید علی بن جناب غفران مآب مولانا سید دلدار علی جائسی نصیر آبادی لکھنوی صاحب تفسیر اردو اٹھارہویں رمضان ۱۲۵۹ھ میں بمقام کربلا راہی خلد بریں ہوئے قبر مطہر انکی آقا سید محمد بن آقا سید علی طباطبائی کے پاس ہے۔ سید ابراہیم حائری نے اسکی خبر جناب سید العلما آقا سید حسین عرف جناب میرن صاحب علیین مکان کو بذریعہ خط دی تھی اور ۱۲۸۲ہجری میں جناب شاہ ناصر الدین شاہ قاچار حکمران مملکت ایران کربلا میں برائے زیارت آئے اور تزئین روضۂ مقدس کی اس بادشاہ نے بطور اسلوب کی اور خدام امام کو زرِ خطیر دیا۔ اور جسوقت کاتب الحروف ۱۲۹۷ھ میں کربلا کی زیارت سے بہمراہی اپنے والد کی مشرف ہوا تھا تو اس زمانہ میں علمائے امامیہ وہاں بکثرت تھے اور شیخ زین العابدین اور میرزا ابو القاسم طباطبائی مجتہد از انجملہ تھے فقیر انکی قدمبوسی سے مشرف ہوا ہے اور ہندی علما سے مولوی سید رضی الدین نبیرہ مولوی سید گلشن علی نائب بالیوس اور مولوی سید کلب باقر اور مولانا ارشاد حسین جونپوری اور مبارک حسین خان داماد ڈپٹی ولایت حسین خان معہ اپنے خسر کے وہاں ساکن تھے۔ اور ۱۲۹۸ھ میں سید محمد طباطبائی یزدی نے جو بہت بڑے عالم اور مجتہد شیعہ مذہب کے تھے۔ نصف ربیع الثانی میں بمقام کربلا وفات پائی ان کے جنازہ کیسا تھ اہل کربلا اور طلبا بلکہ جناب مولینا شیخ زین العابدین مازندرانی حائری طاب ثراہ پابرہنہ تھے۔ ضریح مقدس جناب امام حسین علیہ السلام و نیز حضرت ابو الفضل العباسؑ کی ضریح کا طواف کرا کے خاک شفائے کربلا میں مدفون کر دیا اور کربلا کا بازار اس روز بند ہو گیا تھا۔ کاتب الحروف اسوقت وہاں موجود تھا اور ان مجتہد کی نماز جنازہ جناب شیخ زین العابدین نے پڑھائی تھی اور ۱۲۹۵ھ میں باب قبلہ یعنی باب طلا بلکہ تمام روضہ کی مرمت طلا اور نقرہ اور آئینہ کاری اور کاشی کی اینٹوں سے ہوئی جو ۱۲۹۸ھ تک جاری رہی اسکی تاریخ باب طلا کی لوح پر کھی ہے **چودہویں صدی کے حالات** اس صدی میں جناب مولانا میرزا ابو القاسم طباطبائی اور جناب شیخ زین العابدین حائری نے وفات پائی اور اسی صدی میں س سال کے اندر ہیضہ کی وبا ہوئی۔ بہت سے اہل کربلا اس مرض میں مر گئے اور اسی صدی میں ایک کمیٹی صفائی اور روشنی کی مقرر ہو گئی اور اسکا ٹون ہال شہر نو کے محلہ میں قریب حمام نو تعمیر ہو گیا۔ اور حرم جناب سید الشہدا اور روضۂ مقدس جناب ابو الفضل العباسؑ کے دروازہ پر ایک ایک گھنٹہ جسمیں منٹ بھی پہچانے جاتے ہیں اور ہر گھنٹہ بجتا بھی ہے

بڑے بڑے قائم ہوگئے۔ اور روضہ جناب ابوالفضل العباس کی اسی صدی میں توسیع ہوگئی اور چھوٹے چھوٹے برج علاوہ طلائی برج کے آئینہ دار اندرونی روشنی کیواسطے جناب امام حسین علیہ السلام کے روضۂ مقدس پر بنگئے جو کاتب الحروف نے ۱۲۹۸ھ میں دیکھے تھے۔ فی الحال کربلا میں علماء اور مجتہدین امامیہ اثناعشریہ بکثرت ہیں اور علوم دینی کا درس گرم ہے بعض کے اسمائے مبارک یہ ہیں۔ جناب آقا سید اسمٰعیل صدر اور سید محمد ہاشم قزوینی کبیر السن اور شیخ محمد حسین مازندرانی حائری اور شیخ مہدی کشمیری حائری اور غلام حسین اصفہانی حائری ان سب علماء مجتہدین نے چند رسائل فارسیہ و عربیہ پر احقر العباد کے تصدیق کی عبارتیں تحریر فرما کر اپنی اپنی مواہیر سے مزین فرمایا ہے اور سید محمد رضا قزوینی اور سید اسمٰعیل ہر دو برادر سید محمد حسین ملتانی ملقب بتارک الدنیا اور سید کلب باقر مہدی حائری اور شیخ ارشاد حسین ہندی جو کامل عطوفت راقم سطور ہذا سے رکھتے ہیں اور حالِ بندۂ ضعیف پہ سب عنایت کو مبذول فرماتے ہیں اور سید محمد باقر اور سید محمد مہدی فرزندان سید ابوالقاسم طباطبائی حجۃ الاسلام اور شیخ محمد علی کشمیری اور محمد حسن حائری اور محمد رضا طباطبائی اور سید حسین قمی اور سید جعفر طباطبائی اور علی اکبر قزوینی اور سید محمد کاظم اصفہانی اور ابراہیم موسوی خراسانی اور محمد صالح مازندرانی حائری اور محمد باقر اصفہانی اور فضل اللہ حائری اور سید حسین طباطبائی اور علی حسین تنکابنی حائری اور سید علی موسوی اور محمد مرزا حائری ہندی اور سید علی موسوی اور شیخ علی یزدی اور محمد حسن صنوی حائری اور صدر الواعظین محمد حائری وغیرہم کثر اللہ امثالہم ہیں اور صدہا طلبا انکے درس میں بیٹھتے ہیں اور درس سطحی اور خارجی دونوں طرح کا ہوتا ہے اور اس چودہویں صدی میں ایک واقعہ کربلا میں یہ پیش آیا کہ تمام سلطنت عثمانیہ میں دوکان داروں پر دو ٹکس از جانب سلطان مقرر ہیں ایک چراغیہ دوسرا یاسانیہ اور کربلائے معلےٰ میں تیسرا ٹکس بنام شہریہ یا اسنافیہ بکسر حرف الف لیا جاتا تھا نواب محمد حسن خان بہادر وائس کونسل سرکار انگریز بہادر نے تحقیق کیا کہ یہ تیسرا ٹکس بالتحقیق کربلا کے دوکانداروں سے کیوں لیا جاتا ہے۔ بعد تحقیق یہ معلوم ہوا کہ یہ ٹکس اس لڑائی کے اخراجات کا ہے جسکی تاریخ غدیر دم ہے اور بحکم سلطان یہ تیس برس کیواسطے مقرر ہوا تھا۔ وائس کونسل انگریز بہادر نے بذریعہ کونسل جنرل بغداد اسلامبول کو تحریر کیا کہ یہ ٹکس بعد تیس سال کے کیوں معاف نہوا۔ وہاں سے فقط انگریزی رعایا کیلئے معاف ہوگیا یہ دیکھکر ایرانی رعایا نے ایرانی سفیر سے درخواست کی کہ ہمکو بھی معاف کرادیا جائے۔ انکی درخواست پر یہ حکم ہوا کہ ایرانی رعایا سے تا صدور حکم

ثانی میں ٹکس نہ لیا جائے۔ اس کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال گذرا ہوگا اسلامبول سے یہ حکم آیا کہ ایرانی دوکان داروں سے ملتوی شدہ ٹکس بھی لیا جائے اور آیندہ کو بھی جاری ہے۔ ایرانیوں نے سفیر سے پھر عرض کیا انکی گذارش قبول نہوئی۔ جسوقت ایرانیوں سے ٹکس طلب کیا گیا تو اسوقت ایرانی دوکانداروں نے دینے سے انکار کیا حکم ہوا کہ ان سے جبریہ لیلو۔ بس دوکانداروں پر مار پیٹ شروع ہوگئی۔ آخر کار ایرانی دوکاندار برٹش کانسل انگریز بہادر کے یہاں آئے اور درخواست کی کہ ہمکو انگریزی رعایا بنا لیا جائے اُنہوں نے درخواست بغداد کے انگریزی کانسل جنرل کے یہاں روانہ کردی اور ایرانی اپنی دوکانیں بند کر کے انگریزی سفارتخانہ کے سامنے سٹرک پر آپڑے۔ بغداد سے انکی درخواست نامنظور ہوئی۔ مگر وہ لوگ اپنی جگہ سے نہ ہٹے سلطانی فوج نے ۳ رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۴ھ کو بعد طلوع آفتاب اُنپر بندوقیں فیر کردیں اڑتالیس ۴۸ آدمی تو اسیوقت ہلاک ہوگئے اور پچاس اشخاص سے زیادہ سخت زخمی ہوئے جو بالآخر وہ بھی مر گئے۔ تمامتر مقتولین کی تعداد سو سے کچھ زیادہ ہے۔ سلطانی فوج کی بے احتیاطی سے انگریزی سفارتخانہ پر بھی کچھ گولیاں لگیں اور شیشے ٹوٹ گئے انگریزی کانسل جنرل گولیونکے نشان دروازے اور شیر گھوڑے کے چوکھٹوں سے کاٹکر لیگئے اور سلطان کے یہاں اس بے احتیاطی کا دعویٰ پیش کیا جسکا آخری حکم اور نتیجہ کاتب الحروف کو معلوم نہ ہوا تھا جو ہندوستان کو واپس چلا آیا۔ اور شاہِ ایران کیطرف سے مقتولونکا خونبہا اور تجارت کا نقصان طلب کیا گیا اور یہ بھی خواستگاری ہوئی کہ قاتلوں کو ہمارے حوالہ کردیا جائے۔ سلطان نے خونبہا اور نقصان تجارت کا دینا قبول کیا اور قاتلوں کے بارے میں حکم دیا کہ ہم انکو خود سزا دینگے اور اس بنا پر انکی گرفتاری کا حکم صادر فرمایا اور جسوقت کربلا کے قاضی اور رفعت پاشا قائممقام متصرف اور احمد آفندی کرنل فوج کی گرفتاری کا حکم آیا تو کرنل فوج نے اپنے کو پستول مار کر خودکشی کی اور قائم مقام متصرف اور قاضی گرفتار ہوکر اسلامبول کو روانہ ہوگئے۔ اور ایرانیوں سے وہ ٹکس استاقیہ لینا موقوف ہوگیا اور اسلامبول سے اُسکی معافی کا حکم آگیا۔ اور روسی رعایا کے تین شخص جو مزدوری کرنے ایرانیوں کے پاس آئے تھے وہ بھی مارے گئے۔ انکی بابت سوائے قتل ہوجانیکے اور کوئی امر تحقیق نہیں ہوا کہ آیا روس کیطرف سے کوئی دعویٰ ہوا یا نہیں۔ اور اگر ہوا تو اس دعوے کا کیا نتیجہ برآمد ہوا ❊

تتمہ اس اعانت کے ذکر میں جو علما اور طلبا اور خدام و زائرین ارض مقدس کربلا کے واسطے فی الحال ہندوستان سے ہوتی ہے

شاہ جمجاہ عالی بارگاہ غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ اسکنہ اللہ تعالیٰ فی فرادیس الجنان نے مبلغ دسہزار روپیہ ماہوار کہ جو وساطت سے بالیوس انگریزی کی وہاں پہنچکر بذریعہ علمائے کربلا و نجف اشرف تقسیم ہوتا ہے۔ مقرر فرمادیا ہے سنہ ۱۲۹۸ھ میں اس کا تعلق جناب میرزا ابوالقاسم طباطبائی حجۃ الاسلام سے تہا فی الحال چند علما سے تعلق رکھتا ہے اور ایک مکان عالیشان جناب کیوان جاہ محمد واجد علیشاہ جنت مکان نے واسطے زائرین کے قیام و آسائش کے تعمیر کرا دیا تھا نہیں معلوم کہ کسوجہ سے اور کس ذریعہ سے وہ مکان سید یوسف اور سید صالح خدام کی اولاد سید جواد اور سید مہدی وغیرہما کے تصرف او رقبضہ میں ہے اور دارالریاست مصطفیٰ آباد عرف رامپور سے چھ ہزار اور تین سو روپیہ سالانہ عتبات عالیات عراق کیلئے مقرر ہیں۔ جسکو سکندر شان فریدون آوان فیاض دوران حاتم زمان عالیخاندان ہز ہائینس نواب محمد حامد علیخان صاحب بہادر فرزند دولت انگلشیہ بہادر خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ نے اپنی دریا دلی سے مقرر فرمایا ہے اور ایک سرائے دیانت الدولہ لکھنوی کی ہے کہ جسمیں ایک ماہ تک کرایہ زائرین سے نہیں لیا جاتا۔ اور ایک مکان جناب آغائی صاحب لکھنوی کا ہے جسکا اہتمام جناب مولوی سید کلب باقر سے متعلق ہے ان مقاموں پر زائرین سے کرایہ نہیں لیا جاتا۔ فقط

فہرست ہمراہیان امام حسینؑ و شہدائے کربلا

ردیف	نمبر	نام	احوال	انجام
ا	۱	ابراہیم بن حصین اسدی	تمقام میں انکا نام ہے	کربلا میں روز عاشورہ شہید ہوئے
	۲	ابوثمامہ عمرو بن عبداللہ صاری	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	روز عاشورہ شہید ہوئے
	۳	ابوعمرو نہشلی	تمقام میں انکا نام ہے	عامر بن نہشل کے ہاتھ سے روز عاشورہ شہید ہوئے
	۴	ابو دجانہ	ریاض الشہادتمیں انکا نام ہے	روز عاشورہ شہید ہوئے
	۵	ابوبکر بن امام حسنؑ	تمقام میں انکا نام ہے	عبداللہ بن عقبہ غنوی کے ہاتھ سے شہید ہوئے
	۶	ابوبکر بن علیؑ	ریاض الشہادتمیں انکا نام ہے	ایضاً
	۷	ابوعمارہ	سیر الائمہ میں انکا نام ہے	روز عاشورہ شہید ہوئے

ردیف	نمبر سلسلہ	نام	احوال	انجام
ا	۸	احمد بن محمد بن عقیل	سیر الآئمہ میں انکا نام ہے	روز عاشورہ شہید ہوئے
	۹	احمد بن حسن	ایضاً	۱۶ سال کی عمر میں روز عاشورہ شہید ہوئے
	۱۰	اسد	ریاض الشہادتمیں انکا نام ہے	ازرق بن ہاشم کے ہاتھہ سے شہید ہوئے
	۱۱	اسلم بن کثیر اعرج اسدی	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	روز عاشورہ شہید ہوئے
	۱۲	اشعث بن سعد	ریاض الشہادتمیں انکا نام ہے	ایضاً
	۱۳	انس بن حارث	صحابی جناب رسولخدا کو وہ سے مدد کو آئے تھے	ایضاً
	۱۴	انس بن کاہل اسدی	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	ایضاً
	۱۵	انس بن معقل اصبحی	ریاض الشہادتمیں انکا نام ہے	ایضاً
ب	۱۶	بشر بن عمر خضرمی	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	ایضاً
	۱۷	بدر بن معقل جعفی	جلاء العیون میں انکا نام ہے	بحیر بن اوس خیثمی کے ہاتھ سے شہید ہوئے
	۱۸	بُریر بن خضیر ہمدانی	ایضاً	ایضاً
	۱۹	پسر مسلم بن عوسجہ	ریاض الشہادتمیں انکا نام ہے	روز عاشورہ ۱۲ سال کی عمر میں بیس نفر مار کر شہید ہوئے۔
	۲۰	پسر مسعود بن حجاج	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	روز عاشورہ شہید ہوئے
ج	۲۱	جبلہ بن علی شیبانی	سیر الآئمہ میں انکا نام ہے	ایضاً
	۲۲	جُریح بن ابی جمیر فہمی	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	ایضاً
	۲۳	جعفر بن علی	ایضاً	ہانی بن ثبیت خضرمی کے ہاتھہ سے شہید ہوئے
	۲۴	جعفر اکبر بن علی	سیر الآئمہ میں انکا نام ہے	روز عاشورہ شہید ہوئے
	۲۵	جعفر بن عقیل	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	بشر بن خط ہمدانی کے ہاتھہ سے شہید ہوئے
	۲۶	جناب بن عمر خولانی	ایضاً	روز عاشورہ شہید ہوئے
	۲۷	جنادہ بن حارث	تمتقام میں انکا نام ہے	ایضاً
	۲۸	جون	ریاض الشہادتمیں انکا نام ہے	ایضاً
	۲۹	جویر بن مالک ضبعی	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	ایضاً

ردیف	نمبر سلسلہ	نام	احوال	انجام
ح	۳۰	حبیب ابن مظاہر اسدی	ہر کتاب مصائب میں انکا نام ہے	بُدیل بن صریم کے ہاتھہ سے شہید ہوئے
	۳۱	حجاج بن زید سعدی	ریاض الشہادتمیں انکا نام ہے	روز عاشورہ شہید ہوئے
	۳۲	حجاج بن مسروق جعفی	ریاض الشہادۃ موذن امام حسنؑ	ایضاً
	۳۳	حُر ابن مزید ریاحی	سب کتابونمیں انکا نام ہے	ایوب بن مسرح کی ضرب سے شہید ہوئے
	۳۴	حسن المثنیٰ ابن امام حسنؑ	عمدۃ الطالب اور قمقام اور ناسخ التواریخ اور کشف الغمہ اور ارشاد اور ریاض الشہادۃ میں انکا نام ہے۔	جب زخمی ہوکر گرے اور جسوقت سر شہداء کے جسم سے جدا کئے جاتے تھے انمیں رمق حیات کی باقی تھی اسماء بن خارجہ ابوحسان انکا ماموں انکو شفاعت کرکے بچالیگیا اور کوفہ میں انکے زخمونکی دوا کی جب صحیح ہوگئے اس نے انکو مدینہ کو روانہ کردیا انکا عقد جناب امام حسین علیہ السلام نے قبل از معرکہ کربلا اپنی دختر فاطمہ سے کردیا تھا جب فاطمہ قید سے چھوٹکر مدینہ میں آئیں تب انکی اولاد ہوئی ۳۵ سال کی عمر میں وفات پائی جیسا کہ قمقام زخار میں وارد ہوا ہے
	۳۵	حطیمہ بن وہاد	ریاض الشہادتمیں انکا نام ہے	روز عاشورہ شہید ہوئے
	۳۶	حلاسی	سیر الائمہ میں انکا نام ہے	تیروں سے روز عاشورہ شہید ہوئے
	۳۷	حماد بن انس	ریاض الشہادتمیں انکا نام ہے	روز عاشورہ شہید ہوئے
	۳۸	حنظلہ بن اسعد شامی	تیروں سے امام کی حفاظت کرتے تھے	ایضاً
	۳۹	حیان بن حارث ازدی	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	تیروں سے روز عاشورہ شہید ہوئے
خ	۴۰	خالد بن عمر بن خالد	قمقام میں انکا نام ہے	روز عاشورہ شہید ہوئے
ز	۴۱	زاہر غلام عمرو بن الحق	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	ایضاً
	۴۲	زہیر بن بشر خثعمی	سیر الائمہ میں انکا نام ہے	ایضاً

ردیف	نمبر سلسلہ	نام	احوال	انجام
ز	۴۳	زہیر بن سلیم ازدی	سیر الائمہ میں انکا نام ہے	روز عاشورہ شہید ہوئے
	۴۴	زہیر بن قین	ہر کتاب میں انکا نام ہے	کثیر بن عبداللہ اور مہاجر بن اوس کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔
	۴۵	زیاد بن مہاجر کندی	جلاء العیون میں انکا نام ہے	روز عاشورہ شہید ہوئے
	۴۶	زیاد بن شعبان	ایضاً	ایضاً
	۴۷	زید بن مثبت قیسی	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	ایضاً
س	۴۸	سالم غلام عامر بن مسلم	ایضاً	ایضاً
	۴۹	سالم بن مدینہ کلبی	ایضاً	ایضاً
	۵۰	سعد بن حنظلہ	قمقام و جلاء العیون میں انکا نام ہے	ایضاً
	۵۱	سعد غلام خباب امیرؑ	ریاض الشہادتیں میں انکا نام ہے	ایضاً
	۵۲	سعید غلام عمر ابن خالد	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	ایضاً
	۵۳	سعید بن عبداللہ حنفی	جلاء العیون میں انکا نام ہے	ایضاً
	۵۴	سلیمان غلام امام حسینؑ	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	ایضاً
	۵۵	سوار بن ابی عمیر فہمی ہمدانی	سیر الائمہ میں انکا نام ہے	ایضاً
	۵۶	سوید بن عمر بن مطاع خثعمی	ریاض الشہادتیں انکا نام ہے	ایضاً
	۵۷	سیف بن ابی حرث	قمقام میں انکا نام ہے	ایضاً
	۵۸	سیف ابن مالک نمیری	زیارت ناحیہ و اکسیر التواریخ میں انکا نام ہے	بروز عاشورہ شہید ہوئے
ش	۵۹	شبیب بن حارث بن سریع	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	ایضاً
	۶۰	شریح بن عبداللہ تمیمی	ریاض الشہادتیں انکا نام ہے	ایضاً
	۶۱	شوذب غلام عابس شاکری	زیارت ناحیہ و قمقام میں انکا نام ہے	دو سو نفر مار کر روز عاشورہ شہید ہوئے
	۶۲	شبیث بن عبداللہ نہشلی	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	روز عاشورہ شہید ہوئے
ض	۶۳	ضحاک بن عبداللہ مشرقی	انہوں نے اپنا گھوڑا تیروں کے خوف سے خیمہ کے اندر باندھ دیا تھا پیادہ جہاد کرتے تھے دو منافقوں کو مارا اور ایک مردود کا	

ردیف	نمبر سلسلہ	نام	احوال	انجام
ض			ہاتھ کاٹا اور امام کیخدمت میں آکر عرض کی کہ آپ سے میری بیعت یہ تھی کہ میں آپ کے ہمراہ جہاد کروں۔ اب میں نے وہ جہاد کیا آپ میری بیعت کو اٹھالیجئے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے بحل کیا یہ سنکر اپنا گھوڑا خیمہ سے نکالا اور سوار ہوکر چلے اور لشکر کو پھاڑ کر باہر چلے گئے پندرہ سواروں نے ان کا تعاقب کیا۔ مگر کسی کے ہاتھ نہ آئے (از قمقام)	
	۶۴	ضرغامہ بن مالک	ریاض الشہادتمیں انکا نام ہے	روز عاشور شہید ہوئے
ظ	۶۵	ظہیر بن حسان اسدی	ایضاً	ایضاً
ع	۶۶	عابس بن شبیب شاکری	جلاء العیون میں ان کا نام ہے	ایضاً
	۶۷	عامر بن مسلم	سیر الآئمہ میں انکا نام ہے	ایضاً
	۶۸	عبدالرحمن بن عروہ غفاری	جلاء العیون اور قمقام میں انکا نام ہے	ایضاً
	۶۹	عبدالرحمن بن عبداللہ یزنی	قمقام میں انکا نام ہے	ایضاً
	۷۰	عبدالرحمن ارحبی	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	ایضاً
	۷۱	عبدالرحمن بن عقیل	قمقام میں انکا نام ہے	عثمان بن خالد جہنی کے ہاتھ سے شہید ہوئے
	۷۲	عبداللہ بن عمیر کلبی	اکسیر التواریخ اور قمقام میں انکا نام ہے	روز عاشور شہید ہوئے
	۷۳	عبداللہ بن عروہ غفاری	سیر الآئمہ میں انکا نام ہے	ایضاً
	۷۴	عبداللہ اکبر بن عقیل	ایضاً	عثمان بن خالد کی ضرب سے شہید ہوئے
	۷۵	عبداللہ اصغر بن عقیل	اکسیر التواریخ میں انکا نام ہے	عثمان بن خالد جہنی کے ہاتھ سے شہید ہوئے
	۷۶	عبداللہ یزید بن ثبیت قیسی	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	روز عاشور شہید ہوئے
	۷۷	عبداللہ بن مسلم بن عقیل	جلاء العیون میں انکا نام ہے	عمرو بن صبیح کے ہاتھ سے شہید ہوئے
	۷۸	عبداللہ اکبر بن حسن	قمقام اور سیر الآئمہ میں انکا نام ہے ہانی بن ثبیت انکا قاتل لکھا ہے	ریاض الشہادتمیں ہے کہ فیہان کے ہاتھ سے شہید ہوئے
	۷۹	عبداللہ اکبر بن علی	سیر الآئمہ میں انکا نام ہے	ہانی بن ثبیت کے ہاتھ سے شہید ہوئے
	۸۰	عبداللہ ثانی بن علی	ایضاً	۲۱ نفر مار کر روز عاشور شہید ہوئے

ردیف	نمبر سلسلہ	نام	احوال	انجام
ع	۸۱	عبداللہ صغیر مشہور بعلی اصغر	ہر کتاب میں انکا نام ہے	شیر خوارگی میں حرملہ کے تیر سے شہید ہوئے
	۸۲	عبید اللہ بن عمیر کلبی	اکسیر التواریخ میں انکا نام ہے	روز عاشور شہید ہوئے
	۸۳	عبید اللہ بن عبد اللہ بن جعفر	قمقام میں ہے کہ حوصلے کے بطن سے تھے	ایضاً
	۸۴	عباس علمدار بن علیؑ	ہر کتاب میں انکا نام ہے	ابوطفیل کے ہاتھ سے شہید ہوئے
	۸۵	عثمان بن علیؑ	قمقام میں انکا نام ہے	خولی بن یزید کے ہاتھ سے شہید ہوئے
	۸۶	عقبہ بن سمعان غلام رباب	ایضاً قتل ہونیسے بچ رہے	عمر سعد نے بعد قتل حسینؑ انکو رہا کر دیا
	۸۷	علی ابن عقیل	قمقام میں انکا نام ہے	روز عاشورہ شہید ہوئے
	۸۸	علی ابن الحسینؑ مشہور بعلی اکبر	ہر کتاب مصائب میں انکا نام ہے	منقذ بن مرہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے
	۸۹	علی بن حر بن یزید ریاحی	ریاض الشہادتمیں انکا نام ہے	روز عاشور شہید ہوئے
	۹۰	عمر بن خالد صیداوی	ایضاً	ایضاً
	۹۱	عمر بن احدوث حضرمی	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	״
	۹۲	عمر بن جنادہ	قمقام میں انکا نام ہے	״
	۹۳	عمر بن ضبیعہ ضبعی	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	״
	۹۴	عمر بن عبد اللہ جندعی	قمقام میں باختلاف روایت انکا نام ہے	״
	۹۵	عمر بن علی امیر المومنین	ایضاً	یزید ابطحی کے ہاتھ سے شہید ہوئے
	۹۶	عمر بن قرظہ انصاری	ریاض الشہادت میں انکا نام ہے	امام کی حفاظت کرتے تھے روز عاشور شہید ہوئے
	۹۷	عمرو بن مطاع جعفی	ایضاً	روز عاشور شہید ہوئے
	۹۸	عمرو بن مشیعہ	قمقام میں انکا نام ہے	ایضاً
	۹۹	عمیر بن عبد اللہ مذحجی	قمقام و ریاض الشہادۃ میں انکا نام ہے	مسلم ضبابی اور عبد اللہ بجلی کی ضرب سے شہید ہوئے
	۱۰۰	عمران بن کعب بن حارث اشجعی	مناقب ابن شہر آشوب میں نام ہے	روز عاشور شہید ہوئے
	۱۰۱	عمار بن حسان بن شریح طائی	سیر الائمہ میں انکا نام ہے	ایضاً
	۱۰۲	عمار بن ابی سلامہ ہمدانی	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	ایضاً

ردیف	نمبر سلسلہ	نام	احوال	انجام
ع	۱۰۳	عمار بن ابی سلامہ دالانی	مناقب ابن شہر آشوب میں انکا نام ہے	روز عاشور شہید ہوئے
	۱۰۴	عون بن علی	ریاض الشہادۃ میں انکا نام ہے	خالد بن طلحہ کی ضرب سے شہید ہوئے
	۱۰۵	عون بن عبد اللہ بن جعفر طیار	قمقام میں انکا نام ہے از بطن زینب	عبد اللہ بن قطبہ نبہانی کے ہاتھ سے شہید ہوئے
ف	۱۰۶	فضل بن علی	ریاض الشہادتہ میں انکا نام ہے	روز عاشورہ شہید ہوئے
	۱۰۷	فیروزان غلام امام حسنؑ	ایضاً	ہمراہ عبد اللہ بن امام حسنؑ بختری کے لشکر سے لڑکر روز عاشورہ شہید ہوئے
ق	۱۰۸	قاسط بن زہیر	ایضاً	روز عاشور شہید ہوئے
	۱۰۹	قاسم بن حبیب ازدی	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	ایضاً
	۱۱۰	قاسم بن الحسنؑ	ہر کتاب مصائب میں انکا نام ہے	عمر بن سعید بن نفیل ازدی کی ضرب سے شہید ہوئے
	۱۱۱	قارب غلام امام حسینؑ معروف بہ غلام ترکی	قمقام اور زیارت ناحیہ میں نام ہے	روز عاشورہ شہید ہوئے
	۱۱۲	قرہ غلام حر	ریاض الشہادۃ میں انکا نام ہے	ایضاً
	۱۱۳	قرہ بن ابی قرہ غفاری	جلاء العیون میں انکا نام ہے	ایضاً
	۱۱۴	قعنب بن عمیر نمیری	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	ایضاً
	۱۱۵	قیس بن منبہ	ریاض الشہادۃ میں انکا ذکر ہے	بغیر کسی کے مارے جہاد میں بروز عاشور شہید کربلا
	۱۱۶	قیس بن ربیع	ایضاً	شہید روز عاشورہ
	۱۱۷	قیس بن سہر صیداوی	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	ایضاً
ک	۱۱۸	کرش بن ظہیر	سیر الائمہ میں انکا نام ہے	”
	۱۱۹	کنانہ بن عتیق	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	”
م	۱۲۰	مالک بن انس	ریاض الشہادتہ میں انکا نام ہے	”
	۱۲۱	مالک بن عبد اللہ بن سریع	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	”
	۱۲۲	مرقع بن ثمامہ اسدی	قمقام میں انکا نام ہے	بعد قتل حسینؑ گرفتار ہوئے ابن زیاد نے دارہ کیطرف نکالدیا
	۱۲۳	مجمع بن عبد اللہ عائذی	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	روز عاشور شہید ہوئے
	۱۲۴	محمد بن عبد اللہ بن جعفر طیار	خوصا کے بطن سے تھے الیقنی قمقام	عامر بن نہشل تمیمی کے ہاتھ سے شہید ہوئے

ردیف	نمبر سلسلہ	نام	احوال	انجام
م	۱۲۵	محمد بن ابو سعید بن عقیل	مقام میں انکا نام ہے	لقیط بن یاسر جہنی کے ہاتھ سے شہید ہوئے
	۱۲۶	محمد بن انس بن ابو دجانہ	ریاض الشہادتمیں انکا نام ہے	ہمراہ عبداللہ بن حسن روز عاشور کربلا میں تشریف لے گئے مگر انجام میں معلوم ہوا کہ اسکے ہاتھ سے شہید ہوئے
	۱۲۷	محمد بن مسلم بن عقیل	ایضاً	عبداللہ بن بطہ طائی اور عبداللہ بن قطبہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے
	۱۲۸	محمد بن علی	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	دارمی کے ہاتھ سے شہید ہوئے
	۱۲۹	محمد بن بشیر حضرمی	مقاتل الطالبین میں انکا نام ہے	شہید روز عاشورہ
	۱۳۰	محمد بن مقداد	ریاض الشہادتمیں انکا نام ہے	ایضاً
	۱۳۱	مرتش	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	"
	۱۳۲	مسلم ابن کثیر	مناقب ابن شہر آشوب میں انکا نام ہے	"
	۱۳۳	مسلم ابن عوسجہ	ہر کتاب میں انکا نام ہے	"
	۱۳۴	مسعود بن حجاج	مناقب ابن شہر آشوبمیں انکا نام ہے	"
	۱۳۵	مصعب برادر حر ریاحی	ریاض الشہادتمیں انکا نام ہے	"
	۱۳۶	منجح غلام امام حسینؑ	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	"
ن	۱۳۷	نافع بن ہلال بجلی	مقام میں انکا نام ہے	شمر کی تلوار سے شہید ہوئے
	۱۳۸	نعمان بن عمر راسبی	سیر الائمہ میں انکا نام ہے	روز عاشور شہید ہوئے
	۱۳۹	نعیم بن عجلان انصاری	ایضاً	ایضاً
و	۱۴۰	وقاص بن مالک	ریاض الشہادتمیں انکا نام ہے	ایضاً
	۱۴۱	وہب بن عبداللہ کلبی	مقام میں انکا نام ہے	۶۰ کفار مار کر بروز عاشور شہید ہوئے
ہ	۱۴۲	ہاشم بن عتبہ	ریاض الشہادتمیں انکا نام ہے	نعمان اور سمعان کو مار کر روز عاشور شہید ہوئے
	۱۴۳	ہلال بن نافع بجلی	ایضاً	روز عاشور شہید ہوئے
	۱۴۴	ہلال بن حجاج	جلاء العیون میں انکا نام ہے	ایضاً
ی	۱۴۵	یحییٰ بن سلیم مازنی	مقام میں انکا نام ہے	ایضاً

ردیف	نمبر سلسلہ	نام	احوال	انجام
ی	۱۴۶	یزید بن حصین ہمدانی	جلاء العیون میں انکا نام ہے	روز عاشورہ شہید ہوئے
	۱۴۷	یزید بن زیاد بن مظاہر کندی	زیارت ناحیہ میں انکا نام ہے	ایضاً

علاوہ بریں ایک جناب بیمار کربلا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور زید فرزند حضرت امام حسنؑ اور ان کے بھائی عمر اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام اور عبید اللہ بن حضرت ابو الفضل العباسؑ تھے اور بروایتے دو فرزندان جناب مسلمؑ جو کوفہ میں قتل ہوئے یہ بھی امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھے سوائے جناب امام زین العابدین علیہ السلام باقی سب لڑکے خورد سال تھے یہ فہرست حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی حدیث کیمطابق ہے جیساکہ ملائے مجلسی نے جلاء العیون میں اور محمد حسن قزوینی نے ریاض الشہادت اور صاحب قمقام نے لکھا ہے کہ لشکر امام حسین علیہ السلام مجموعہ پینتالیس سوار اور سو پیادے تھے۔

فہرست اسمائے بعض موجودین فوج یزید در کربلائے معلیٰ

ردیف	نمبر شمار	نام	احوال و انجام
ا	۱	ابجر بن کعب	پاجامہ امام حسینؑ کا لوٹ میں لیگیا گرمی میں اسکا ہاتھ خشک ہوجاتا تھا اور سردی میں ہم تہینی تھی
	۲	ابن جُویرہ مزنی	اسنے جناب امام حسینؑ کو آتش دوزخ کی بشارت دی تھی گھوڑے نے آگ میں ڈالدیا جلکر مرگیا۔
	۳	ابن نوفل	ایکہزار سوار لیکر روز عاشور حضرت علی اکبرؑ سے لڑا بالآخر معہ سوار دیکے بھاگا
	۴	ابن شیث	عبد اللہ ابن امیر المومنین علیہ السلام کا یہ ملعون قاتل تھا۔
	۵	ابو جرہم اسدی	محمد بن مسلم کا قاتل تھا۔
	۶	ابوبردہ بن عوف آزدی	ہمراہ سرہائے شہداء و اہلبیت شام کو گیا تھا۔
	۷	ابو عمرہ ضبابی	اصحاب شمرؑ سے تھا روز عاشورہ زہیر قین کے ہاتھ سے مارا گیا۔
	۸	ابو قدار باہلی	نو ہزار سوار کا افسر ہوکر کربلا میں آیا تھا۔
	۹	ابو الحتوف یا ابو الخیوب	اس لعین نے جناب امام حسین علیہ السلام کی پیشانی پر تیر مارا تھا۔
	۱۰	ابو ایوب غنوی	اس مردود نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی گردن کو زخمی کیا۔
	۱۱	خنس بن مرثد	عمامہ امام حسین علیہ السلام کا لیگیا اور اُس کی پامالی میں آخر تک شریک تھا۔ اسکو مختار نے مارا

ردیف	نمبر شمار	نام	احوال و انجام
ا	۱۲	ازرق شامی	اہل غاضریہ سے جو ہمراہ حبیب ابن مظاہر امام حسین علیہ السلام کی مدد کو آئے تھے نہر فرات پر لڑا۔ اس لعین کو معہ چار پسر حضرت قاسم نے قتل کیا۔
	۱۳	ازرق بن ہاشم	اسد جو ناصر امام حسین علیہ السلام کے تھے یہ مردود انکا قاتل ہے۔
	۱۴	اسد بن مالک	یہ ملعون حضرت ابو عبید اللہ بن مسلم بن عقیل کا قاتل ہے۔
	۱۵	اسحٰق بن جوریہ	پامالی میں امام حسین علیہ السلام کی لاش کی شریک تھا اسکو مختار نے مارا۔
	۱۶	اسحٰق بن حشوہ حضرمی	آب فرات کا موکل تھا اور پیراہن امام حسینؑ کا لیگیا اور مبروص ہوگیا۔
	۱۷	اسود بن خالد	نعلین جناب امام حسین علیہ السلام کی لوٹ میں لیگیا۔
	۱۸	اسود بن حنظلہ تمیمی	بروایتے تلوار جناب امام حسین علیہ السلام کی لوٹ میں لے گیا۔
	۱۹	اسماء بن خارجہ فزاری	حضرت حسن مثنیٰ کا ماموں تھا انکا سر کٹنے نہ دیا شفاعت کرکے کوفے کو لے گیا اور دوا کی جب وہ صحیح ہو گئے تو مدینہ کو بھیجدیا اور پامالی میں جناب امام حسین علیہ السلام کی لاش کی شریک تھا۔ مختار نے اسکو مارا۔
	۲۰	اسید بن مالک	امام حسین علیہ السلام کی لاش کی پامالی میں شریک تھا مختار نے اسکو قتل کیا
	۲۱	اعور اسلمی	حضرت امام حسینؑ کو معہ چار ہزار سوار فرات پر جانے سے روکتا تھا۔
	۲۲	انس بن مالک	اس شقی نے جناب امام حسین علیہ السلام کے نیزہ مارا تھا۔
	۲۳	ایوب بن مسرح	حضرت حُر کا قاتل تھا۔
ب	۲۴	بجدل بن سلیم کلبی	اس نے لاش امام حسینؑ سے انگشتری اُتار لی۔ مختار نے اسکے ہاتھ کٹوا کر مارا
	۲۵	بحیر بن اوس ضبی	بریر بن خضیر ہمدانی کا قاتل تھا۔
	۲۶	بحر بن کعب بن تیم اللہ بن ثعلبہ	جناب امام حسین علیہ السلام پر تلوار کا حملہ کرتا تھا۔
	۲۷	بختری بن سعد شامی	فیروزان او عبداللہ بن حسنؑ سے لڑا روز عاشور عبداللہ بن حسنؑ کے ہاتھ سے مارا گیا۔
	۲۸	بدر بن سیار	عون بن علیؑ کے ہاتھ سے بروز عاشور قتل ہوا۔
	۲۹	پسر محمد بن اشعث	جناب امام حسینؑ سے معاوضہ کرتا تھا فوراً بچھو نے کاٹا اور مر گیا۔
	۳۰	پسر نضر بن کعب	ظہیر بن حسان ازدی کے ہاتھ سے روز عاشور مارا گیا۔

ردیف	نمبر شمار	نام	احوال و انجام
ب	۳۱	بُدیل بن صریم	بروایتے قاتل اور بروایتے مقتول حبیب ابن مظاہر کا تھا اور بروایتے حبیب ابن مظاہر نے اسکو مارا اور بروایتے قاسم پسر حبیب ابن مظاہر کے ہاتھ سے مارا گیا
	۳۲	بشر بن شمیط قابضی	یہ دونوں قاتل عبد الرحمن بن عقیل کے تھے۔
	۳۳	بشر بن خوط ہمدانی	
	۳۴	بشر بن مالک	یہ سرہائے شہدا لیکر ہمراہی اہلبیتؑ کوفہ کو گیا۔
	۳۵	بکیر بن حی تمیمی	عبد اللہ بن عمیر کلبی ناصر جناب امام حسین علیہ السلام کا قاتل تھا۔
ت	۳۶	تمیم بن حصین	گھوڑے سے کچلا جاکر روز عاشور واصل جہنم ہوا۔
	۳۷	تمیم بن قحطبہ	امرائے شام اور اسجگہ کے مشاہیر سے تھا۔ امام حسینؑ سے لڑ کر واصل جہنم ہوا
ج	۳۸	جابر بن یزید لودی	بروایتے یہ پاجامہ امام حسینؑ کا لیگیا بالآخر جذام میں مبتلا ہوا۔
	۳۹	جمیع بن خلق ازدی	بروایتے تلوار جناب امام حسین علیہ السلام کی لوٹ میں لیگیا۔
	۴۰	جویریہ بن بدر	ابن زیاد نے اسکو اسلئے بھیجا تھا اگر عمر سعد امام حسینؑ سے لڑنے میں عذر کرے تو اسکو قید کرنا
ح	۴۱	حجاز بن الجر	اسنے کوفہ سے امام حسینؑ کی طلب کا خط لکھا تھا اور کربلا میں انسے لڑنے آیا تھا۔
	۴۲	حجر الاحجار	ظہیر سے لڑکر بھاگا اور سپاہ شام میں جا چھپا۔
	۴۳	حرملہ بن کاہل اسدی	حضرت علی اصغر شیر خوار کا قاتل تھا مختار نے اسکے ہاتھ پاؤں کٹوا کر آگ میں جلوا دیا
	۴۴	حفص پسر عمر سعد	قلب لشکر میں تھا اس لعین کو مختار نے اپنے روبرو قتل کروایا۔
	۴۵	حصین بن نمیر	حضرت علی اکبرؑ کا قاتل تھا مختار نے اسکو دوپارہ کرکے آگ میں جلوا دیا
	۴۶	حصین بن مالک	حضرت امام حسین علیہ السلام سے بحث کرتا تھا۔
	۴۷	حصین بن تمیم	قیس بن مسہر صیداوی کا قاتل تھا اسکو مختار نے قتل کیا۔
	۴۸	حکیم بن طفیل	حضرت عباسؑ علمدار کا قاتل تھا۔
	۴۹	حمزہ بن فیہان	حضرت عباسؑ علمدار کے ہاتھ سے جہنم واصل ہوا۔
	۵۰	حمل بن مالک محاربی	قادسیہ سے پکڑوا کر مختار نے گردن مارا۔
	۵۱	حمیر حمیری	حضرت عبد اللہ بن مسلم کے ہاتھ سے قتل ہو کر جہنم واصل ہوا۔

ردیف	نمبر شمار	نام	احوال و انجام
ح	٥٢	حمید بن مسلم	ہمراہ سرہائے شہدا کربلا سے کوفہ کو گیا تھا اس سے روایات معرکہ کربلا منقول ہیں
	٥٣	خولی بن یزید اصبحی	یہ لعین امام حسینؑ کے قتل میں شریک تھا اور سر امام حسینؑ کا نیزہ پر رکھکر ابن زیاد کے پاس کربلا سے لیگیا اور اپنے بیت الخلا سے پکڑا گیا مختار نے تیر مار کر آگ میں جلایا۔
د	٥٤	دارمی	حضرت محمد بن علی کا قاتل تھا۔
ذ	٥٥	درید غلام عمر سعد	عمر سعد کے لشکر کا کربلا میں علمدار تہا۔
	٥٦	ذرعہ بن شریک	اس لعین نے دونوں کاندھوں پر امام حسینؑ کے تلوار ماری تہی۔
ر	٥٧	ربیع بن تمیم	اس سے اور عابس سے میدان قتال میں بحث ہوئی تھی۔
	٥٨	رستم	یہ لعین شمر لعین کا غلام تہا اسنے ام وہب زوجہ عبد اللہ ابن عمیر کو کربلا میں قتل کیا
	٥٩	رضی بن منقذ عبدی	امام حسینؑ کی پامالی میں شریک تھا اس لعین کو مختار نے قتل کیا۔
	٦٠	رفاد بن مالک	یہ مردود بوئے خوش امامؑ کی لوٹ لیگیا۔ اسکو مختار نے مارا۔
ز	٦١	زجر بن بدر نخعی	یہ لعین ابوبکر بن علیؑ کا قاتل تہا اسکو انکے بھائی عمر بن علیؑ نے قتل کیا
	٦٢	زجر بن قیس جعفی	یہ لعین اہلبیت کو مع سرہائے شہدا شام کو لیگیا۔
	٦٣	زہیر ازدی	ہمارم لشکر عمر سعد کی کربلا میں روز عاشور خبر لیتا تہا۔
	٦٤	زیاد بن عبد الرحمن	روز عاشور امام حسینؑ سے لڑا اور انہیں حضرت کے ہاتھ سے جہنم واصل ہوا۔
	٦٥	زید بن رقاد جنبانی	عبد اللہ بن مسلم کا قاتل تہا اس لعین کو مختار نے تیروں سے مار کر آگ میں جلادیا
س	٦٦	سالم ازدی	اسکو زہیر بن حسان ازدی نے روز عاشور کربلا میں جہنم واصل کیا۔
	٦٧	سالم بن خثیمہ	پامالی میں امام حسینؑ کی لاش کے شریک تہا اسکو مختار نے قتل کیا۔
	٦٨	سالم غلام ابن زیاد	عبید اللہ بن عمیر کلبی ناصر امام حسینؑ نے اسکو واصل جہنم کیا۔
	٦٩	سلیمان بن عوف حضرمی	سعید بن حنظلہ ناصر امام حسینؑ کا قاتل تھا۔
	٧٠	سلامہ بن قدامہ	عبد اللہ بن مسلم کی شجاعت شہادت عمر سعد مردود سے بیان کرتا تھا۔
	٧١	سعد بن عبید	نویں تاریخ محرم کی سر دمقام پر عمر سعد لعین کے پاس بیٹھا تھا۔
	٧٢	سعد بن عمر نقیل ازدی	حضرت قاسم ابن الحسن کا قاتل تھا۔

ردیف	نمبر شمار	نام	احوال و انجام
س	۷۳	سنان ابن انس	یہ لعین قتل حسینؑ میں شریک تھا درمیان غدیب وقبا دسیہ گرفتار ہوا مختار نے روغن میں پکا دیا۔
	۷۴	سمعان بن مقاتل	اسکو ہاشم بن عتبہ نے روز عاشور واصل جہنم کیا۔
ش	۷۵	شمر بن ذی الجوشن	امام حسینؑ کا قاتل تھا ابراہیم اشتر کے گرز سے زخمی ہوکر گرفتار ہوا مختار نے انواع عذاب سے مارا
	۷۶	شیبہ بن سعد	یہ شقی حضرت قاسمؑ کے قتل میں شریک تھا انکے نیزہ مارا تھا۔
	۷۷	شیث بن ربعی	کوفہ سے سواروں پر افسر ہوکر آیا تھا۔
ص	۷۸	صالح بن سیار	اسکو عون بن علی نے کربلا میں قتل کیا۔
	۷۹	صالح بن وہب یزنی	اس لعین نے تہیگاہ پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے نیزہ مارا تھا۔
	۸۰	صالح بن نمیر	اسکو عبداللہ بن مسلم نے بروز عاشور کربلا میں جہنم واصل کیا۔
	۸۱	صالح بن وہب جعفی	پامالی نعش مبارک حسینؑ میں شریک تھا اسکو مختار نے قتل کیا۔
	۸۲	صالح بن کعب	ظہیر بن حسان ازدی کے ہاتھ سے روز عاشور جہنم واصل ہوا
	۸۳	صفوان بن حنظلہ	یہ لعین معہ اپنے تین بھائیوں کے حضرت حُرؑ کے ہاتھ سے مارا گیا۔
ط	۸۴	طارق بن ابی ظبیان	سر ہائے شہدا معہ اسیران اہلبیتؑ شام کو لیگیا
	۸۵	طارق بن یوسف	عبداللہ بن حسنؑ کے ہاتھ سے روز عاشور راہی دوزخ ہوا۔
	۸۶	طارق بن شیث	اس لعین کو حضرت علی اکبرؑ نے جہنم واصل کیا۔
	۸۷	طلحہ بن طارق	ایضاً
ع	۸۸	عامر بن نہشل تیمی	یہ لعین قاتل محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار اور ابو عمر نہشلی ناصر امام حسینؑ کا تھا۔
	۸۹	عامر بن صیرمہ تیمی	ابن زیاد کیطرف سے چھ ہزار سوار پر افسر ہوکر کربلا میں آیا تھا۔
	۹۰	عبداللہ بن سمیر	شب شہادت تمیں بریر سے اور اس سے سخت گفتگو ہوئی نوبت بد قسم پہنچی۔
	۹۱	عبداللہ بن عقبہ غنوی	یہ لعین ابوبکر بن امام حسنؑ کا قاتل تھا جزیرہ کیطرف بھاگ گیا مختار نے اسکا گھر لوٹ لیا۔
	۹۲	عبداللہ بن بطہ طائی	عون بن عبداللہ بن جعفر طیار کا قاتل تھا۔
	۹۳	عبداللہ بن قطبہ نبہانی	یہ بھی قتل میں عون بن عبداللہ کے شریک تھا۔
	۹۴	عبداللہ بن قیس خولانی	اس نے خوشبو امام حسینؑ کی لوٹی تھی مختار نے اسکو مارا۔

ردیف	نمبر شمار	نام	احوال و انجام
ع	۹۵	عبداللہ بن صلحب	اسکو مختار نے قتل کیا۔
	۹۶	عبداللہ بن وہب بن عمر ہمدانی	اسکو مختار نے جہنم واصل کیا۔
	۹۷	عبداللہ بن عمر خثعمی	یہ لعین بھاگ کر مصعب بن زبیر سے جا ملا۔
	۹۸	عبداللہ بجلی	عمیر و بن عبداللہ مذحجی ناصر امام حسینؑ کا قاتل تھا۔
	۹۹	عبداللہ بن عروہ خثعمی	حضرت عبدالرحمن بن عقیل کا قاتل تھا۔
	۱۰۰	عبداللہ بن حوزہ تمیمی	لڑائی میں گھوڑے سے گرا پاؤں رکاب میں رہ گیا اسوقت مسلم بن عوسجہ نے قتل کیا
	۱۰۱	عبداللہ بن خشکارہ بجلی	مسلم ابن عوسجہ کا قاتل تھا
	۱۰۲	عبداللہ بن اسید جہنی	یہ لعین کلاہ امام حسینؑ کی لوٹ میں لیگیا اس لعین کو مختار نے ہاتھ کٹوا کر مارا۔
	۱۰۳	عبداللہ بن ابی الحصین ازدی	امام حسینؑ نے اسکے حق میں دعا کی یہ پیاس کے عذاب سے روز عاشور مر گیا۔
	۱۰۴	عبدالرحمن بجلی	اسنے خوشبو امام حسینؑ کی لوٹی تھی مختار نے اسکو گردن مارا۔
	۱۰۵	عبدالرحمن بن سبرہ جعفی	لڑائی کیوقت ربع لشکر یزید کی خبر گیری کرتا تھا۔
	۱۰۶	عبدالرحمن بن عروہ خثعمی	حضرت جعفر بن عقیل کا قاتل تھا۔
	۱۰۷	عبدالملک بن حرث سلمی	ابن زیاد کیطرف سے خبر شہادت امام حسینؑ مدینہ میں لیگیا۔
	۱۰۸	عبیداللہ مجفر بن ثعلبہ	ہمراہ اسیران اہلبیتؑ و سرہائے شہدا شام کو گیا۔
	۱۰۹	عبیداللہ بن عروہ خثعمی	مصعب کے پاس بھاگ گیا مختار نے اس کا گھر لوٹ لیا۔
	۱۱۰	عثمان بن خالد بن اسد جہنی	عبدالرحمن بن عقیل کا قاتل تہا اسکو مختار نے قتل کیا۔
	۱۱۱	عثمان بن بختری	اس نے روز عاشورہ فیروزان غلام امام حسنؑ پر نیزہ مارا تھا۔
	۱۱۲	عروہ بن عبداللہ خثعمی	یہ ملعون حضرت جعفر بن عقیل کا قاتل تھا۔
	۱۱۳	عروہ بن بطان ثعلبی	سوید بن عمر بن ابی المطاع جہنی حضرت امام حسینؑ کے ناصر کا قاتل تھا
	۱۱۴	عروہ بن قیس احمصی	اسنے عریضہ طلب امام حسینؑ کو نہ سے لکھا تھا اسوجہ سے پیام عمر سعد کا انکے پاس لیگیا وقت صف بندی روز عاشور فوج یزید میں سواروں کا سردار تھا۔
	۱۱۵	عقبہ غنوی	ابوبکر بن علی کا قاتل تھا

ردیف	نمبر شمار	نام	احوال و انجام
ع	۱۱۶	عقبہ بن بشر	بروایتے علی اصغرؑ کا قاتل تھا۔
	۱۱۷	عمر بن صبیح صیداوی	شب کو سوتے میں پکڑا گیا قاتل عبد اللہ بن مسلم کا تھا مختار نے نیزہ سے اسے قتل کیا
	۱۱۸	عمر بن حجاج زبیدی	معہ ۵۰۰ سوار موکل آب فرات تھا اور میمنہ لشکر کا مالک تھا۔ ہمراہیان مختار نے صحرا میں قتل کیا۔
	۱۱۹	عمر سعد ازدی	از جملہ قاتلان حضرت قاسم تھا اس ملعون کو جناب امام حسینؑ نے اسیوقت قتل کیا۔
	۱۲۰	عمر بن خالد	اس نے بوئے خوش امام حسینؑ کی لوٹی تھی اسکو مختار نے قتل کیا۔
	۱۲۱	عمر بن طارق	یہ ملعون روز عاشورہ حضرت علی اکبرؑ کے ہاتھ سے جہنم واصل ہوا
	۱۲۲	عمر سعد	یہ ملعون کربلا میں فوج یزید کا سردار تھا۔ ابو عمرہ کے ہاتھ سے مختار نے اسکا سر کٹوایا۔
	۱۲۳	عمر بن مالک	عبد اللہ بن مسلم بن عقیل کا قاتل تھا۔ یعنی قتل میں شریک تھا۔
	۱۲۴	عمرو طہوی	جسوقت امام حسینؑ نے خطبہ پڑھا اسوقت اسنے نیزہ مارا وہ حضرتؑ کے جبہ میں اٹک گیا
ف	۱۲۵	فیہان بن زہیر	عبد اللہ بن حسنؑ کا قاتل تھا اسکو حضرت عباسؑ نے اُسیوقت قتل کیا۔
ق	۱۲۶	قدامہ بن اسد فزاری	اسکو عبد اللہ بن مسلم بن عقیل نے قتل کیا۔
	۱۲۷	قرہ بن قیس حنظلی	پیام عمر سعد کا جناب امام حسین علیہ السلام کے پاس لیگیا تھا۔
	۱۲۸	قشم	عمر سعد کے لشکر میں تین ہزار سوار پر افسر ہو کر آیا تھا۔
	۱۲۹	قشعم	یہ لعین بتحریص شمر امام حسین علیہ السلام پر حملہ کرتا تھا
	۱۳۰	قلاقش نہشلی	تلوار امام حسینؑ کی لیگیا جو حبیب بن بدیل کے پاس گئی۔
	۱۳۱	قبیس	ہلال بن نافع کی ضرب سے روز عاشور جہنم واصل ہوا۔
	۱۳۲	قیس بن اشعث کندی	یہ قطیفہ امام حسینؑ کا لیگیا مختار نے اسکو ابو عمرہ کے ہاتھ سے قتل کرایا
ک	۱۳۳	کامل بن خمیر	اسکو عبد اللہ بن مسلم نے روز عاشورہ قتل کیا۔
	۱۳۴	کثیر بن عبد اللہ شعبی	زہیر قین کا قاتل تھا اور پیام ابن سعد کا امام حسینؑ کے پاس لیگیا اسلحہ نہ جلانے دیئے پر پلٹ آیا۔
	۱۳۵	کزمان غلام ابن زیاد	مکتوب امان نکا جناب عباسؑ اور انکے بھائیوں کیلئے ابن زیاد کے پاس سے کربلا میں لایا تھا
	۱۳۶	کعب بن جابر ازدی	بریر ہمدانی کا قاتل تھا۔
ل	۱۳۷	لقیط بن یاسر جہنی	محمد بن مسلم اور محمد بن ابو سعید بن عقیل کا قاتل تھا۔

ردیف	نمبر شمار	نام	احوال و انجام
م	۱۳۸	مالک بن نُسیر کندی	اسنے امام حسینؑ کے سر پر تلوار ماری تھی مختار نے اسکے ہاتھ پاؤں کٹوا کر مارا
	۱۳۹	مالک بن بشیر	اسکو مختار نے بازارِ کوفہ میں قتل کیا۔
	۱۴۰	مالک بن ہیثم ہذانی	اسکو مختار نے گردن مارا۔
	۱۴۱	مرہ بن منقذ عبدی	حضرت علی اکبرؑ کا قاتل تھا مختار سے زخمی ہوکر مصعب سے جاملا ہاتھ شل ہوگیا
	۱۴۲	مزاحم بن حریث	نافع بجلی کے ہاتھ سے بروز عاشورہ کربلا میں واصلِ جہنم ہوا۔
	۱۴۳	مدرک بن سہیل	عبداللہ بن حسنؑ کے ہاتھ سے روز عاشور واصلِ جہنم ہوا۔
	۱۴۴	محکم بن طفیل	دوہزار سوار لیکر حضرت علی اکبرؑ سے لڑا۔
	۱۴۵	محمد بن اشعث بن قیس	مصعب سے جاملا۔ مختار نے اس کا گھر قادسیہ میں لٹوا دیا۔
	۱۴۶	مسروق بن وائل	امام حسینؑ کا معجزہ دیکھکر نہ لڑا اور پلٹ گیا کہا کہ اس گروہ سے نہ لڑونگا
	۱۴۷	مسلم بن عبداللہ ضبابی	مسلم بن عوسجہ کا قاتل تھا۔
	۱۴۸	مسلم صابی	عُمیر بن عبداللہ مذحجی ناصر امام حسینؑ کا قاتل تھا۔
	۱۴۹	مصراع بن غالب	اسکو حضرت علی اکبر علیہ السلام نے قتل کیا۔
	۱۵۰	مہران غلام بنی کاہل	اسنے لڑائی میں ابوعمرو نہشلی کا نام دریافت کیا تھا۔
	۱۵۱	مہاجر بن اوس تمیمی	زہیر قین کا قاتل تہا اس سے اور حُر سے گفتگو ہوئی تہی مختار نے اسکو مارا
ن	۱۵۲	نسیر کندی	زرہ حضرت امام حسینؑ کی لوٹ میں لیگیا اور مجنون ہوگیا۔
	۱۵۳	نصر بن سام	اسکو ظہیر بن حسّان اسدی نے بروز عاشور واصل جہنم کیا۔
	۱۵۴	نصر بن کعب	اسکو بہی زہیر ناصر امام حسینؑ نے قتل کیا۔
	۱۵۵	نصر بن حرشہ	اس ملعون نے امام حسینؑ کے تلوار ماری تھی۔
	۱۵۶	نعمان بن مقاتل	معہ اپنے گروہ کے علمدار کے ہاشم بن عتبہ کے ہاتھ سے جہنم واصل ہوا
	۱۵۷	نوفل بن مزاحم حمیری	حضرت عبداللہ بن عقیل کا قاتل تھا۔
	۱۵۸	نوفل بن طفیل	قتل امام حسینؑ میں شریک شمر تھا مختار نے اسکے ہاتھ پاؤں کٹوا کر شکم میں کہدیے
و	۱۵۹	واخط بن ناعم	پامالی لاش امام حسینؑ میں شریک تھا۔ اس ملعون کو مختار نے قتل کیا۔

ردیف	نمبر شمار	نام	احوال و انجام
و	۱۶۰	وقار بن مالک	اس نے خوشبو امام حسینؑ کی لوٹی تھی مختار نے اسکو بازار کوفہ میں مارا
ہ	۱۶۱	ہانی بن شبیث حضرمی	یہ ملعون حضرت عبداللہ بن امیر المومنینؑ اور عبداللہ بن عمیر کلبی اور عبداللہ بن امام حسنؑ کا قاتل تھا۔ اور پامالی نعش امام حسینؑ میں شریک تھا اسکو مختار نے قتل کیا
	۱۶۲	ہانی بن شبیث اصبحی	حضرت جعفر بن علیؑ اور عبداللہ بن عمیر ناصر امام حسینؑ کا قاتل تھا۔
ی	۱۶۳	ہلال ابن نافع	برائے قتل امام حسینؑ قریب حضرت کے گیا ڈر کر پلٹ آیا۔
	۱۶۴	یزید بن معقل	بریر بن خضیر ہمدانی کے ہاتھ سے روز عاشورہ مقتول ہوا۔
	۱۶۵	یزید بن الطلان جہنی	سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی ناصر امام حسینؑ کا قاتل تھا۔
	۱۶۶	یزید الطحی	جناب عمر بن علیؑ کا قاتل تھا۔
	۱۶۷	یزید بن سفیان التمیمی	حضرت حر رضی کے ہاتھ سے کربلا میں روز عاشورہ قتل ہوا۔
	۱۶۸	یزید بن رکاب	لشکر عمر سعد میں دو ہزار سوار پر کوفہ سے افسر ہو کر آیا تھا۔
	۱۶۹	یزید بن حارث	اس نے کوفہ سے نامہ امام حسینؑ کے طلب کا لکھا تھا اور کربلا میں حضرت سے لڑنے آیا تھا
	۱۷۰	یزید بن رقاد جیشی	حضرت عباسؑ کے قتل میں حکیم بن طفیل کا شریک تھا۔
	۱۷۱	یسار غلام ابن زیاد	عبداللہ بن عمیر کلبی ناصر امام حسینؑ نے اسکو روز عاشورہ قتل کیا
	۱۷۲	یوسف بن احجار	اسکو عبدالرحمن بن حسنؑ نے روز عاشورہ قتل کیا۔

کتبہ اشرف علی کاشمیری لاہوری

شمال
دو فرسخ دوراز کربلا جانب شمال
نقشہ معرکہ کربلا
میدان قتال
روضہ جناب امام حسینؑ
یہ روضہ نشیب میں ہے
زہیر قین
حبیب ابن مظاہر
میمنہ
بنی ہاشم
میسرہ
تل زینبیہ
روضہ حضرت عباسؑ
بند آب
فرات
فرات
فرات
خندق
خندق
خندق
خیمہ گاہ امام حسینؑ
چاہ
فوج مخالف اسطرف تھی
یہ وہ چاہ ہے جسکو امام حسین علیہ السلام نے قدم گنکر پشت خیمہ پر بطرف قبلہ اپنے ہاتھہ سے کھودا تھا۔ اور قبلہ کربلا میں جنوب کی جانب ہے۔
جنوب

تل زینبیہ
جنوب
قبلہ
قبلہ
حجرہ ہائے
مسجد اہلسنت
باب قبلہ
کفش کن
کفش کن
کفش کن
کفش کن
در
در
قتلگاہ
زینہ قتلگاہ
در
در
ضریح حبیب ابن مظاہر
سہ در نقرئی
نخل مریم
گنج شہیداں
ضریح امام حسینؑ
نقشہ کربلائے معلّیٰ
صحن مبارک
دوکانات بازار
بازار
مسجد مردان
مسجد زنان
حوض
مسجد و مدرسہ شیعیان
باب السلطان
دروازہ سمت بازار

تقریظ حکیدہ قلم فصاحت شیم جلالت رقم صاحب طبع سلیم و ذہن مستقیم اریب اوحد لبیب ارشد صلاحیت آیات فخر الطلاب متقی و ابرار زائر ائمۂ اطہار و اولاد امجاد رسول مختار مورد الطاف رب ذو المنن مولوی سید نفس حسن صاحب نقوی امروہوی زاد فضلہ

الحمد للہ و لہ الحمد۔ الحمد للہ الذی فضل ارض کربلاء علی سائر الارض وجعلہ من قطعات الجنان وسماہ بالبقیعۃ المبارکۃ فی القرآن والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد المصطفیٰ الذی قال لقتیل الحسین فی ارض کربلاء عطشان ویبکون علیہ الانس والجان وعلیٰ آلہ وعترتہ امناء الرحمان سیما سبط الاصغر الذی اشتریٰ ارض کربلاء عن اہل الغاضریۃ بالاثمان وقتل فیہ بید اہل العصیان بالسیف والنبال والسنان وکانوا الضارہ مقتولون مطروحون فی رمضائہ بلا اکفان فجلت المصیبۃ وعظمت الرزیۃ بہ علی اہل الایمان۔

بعد اس کے ضمیر مہر تنویر پر اہل خبرت کے مخفی اور پوشیدہ نہ رہے کہ ان ایام فرحت فرجام و روزہائے بشاشت انجام میں شہیر معظم و وحید مکرم صاحب افکار عمیقہ فی کل مجاز و حقیقۃ زبدۃ الاخیار مروج اخبار و آثار معصومین ابرار ذو الفہم القویم والوجدان المستقیم ملاذ المومنین زبدۃ الزائرین جرمو ید مولانا حاج سید آل محمد ظلہ الصمد نے تاریخ بقعہ مبارکہ کربلا مدفن و مقتل جناب سید الشہداء امام حسین گلگون قبا علیہ التحیۃ والثنا عجب حسن و خوبی اور عمدہ ترتیب و اسلوبی سے تحریر فرمائی ہے کہ توصیف اسکی خارج از مقال ہے اور اسکی مدح میں واصفین کی زبان لال ہے۔ سبحان اللہ عجب کتاب ہے جسکو اہل خبرت کہتے ہیں کہ گوہر نایاب ہے۔ بہجید کلام شیریں بلاغت نظام فصاحت انضمام ہے گلزار جنت ملقب بہ تصویر کربلا اس کا نام ہے۔ خوشا دفتر جانفزا جسمیں ہوائے جنت پیچیدہ ہے۔ اسمیں جو فقرہ ہے وہ اعلیٰ ہے اور جو مطلب ہے وہ چیدہ ہے۔ اسکی تحقیقات رشیقہ اور تدقیقات انیقہ اور بیانات شافیہ اور عبارات وافیہ و کافیہ سے جناب مصنف کے فہم کی استقامت اور علم کی غزارۃ اور وسیع النظر ہونے اور فضل کی نباہت اور کثرت تتبع کتب کی جلالۃ نیک طور سے اہل عقل و ہوش پر منکشف ہوتی ہے کسی فصل میں اس زمین احزن آگین کا جغرافیہ جو کہ آجتک کسی نے نہیں لکھا تھا۔ تحریر کیا ہے کہیں فضل ارض مقدس کربلا اور نہر فرات کو آیات و احادیث سے ثابت کر کے لکھ دیا ہے، کسی مقام پر جناب امام حسینؑ کے تشریف لانے سے کئی ہزار سال پہلے کے حالات تحریر کئے ہیں کسی

باب میں بعد ورود امام مظلومؑ کے زمین کربلا پر روزانہ حال دوسری محرم سے تا شام عاشورا کے
واقعات تسطیر کئے ہیں۔ پھر پہلی صدی سنہ ۶۱ھ اور سنہ ۶۲ھ کے حالات مع دیگر سنین مابعد کے واقعات
تحریر فرمائے ہیں۔ بعد اسکے دوسری صدی سے چودہویں صدی تک کے واقعات دکھلائے ہیں۔ ان صدیوں
میں ابتدائے آبادی کربلائے عالی مقام اور تعمیر شریعہ حضرت صادق علیہ السلام کا احوال مذکور ہے
ان کے سوا متوکل خلیفہ عباسی کا قبر منور کو جناب امام حسینؑ کی کھدوانا اور اس پر فرات کا جاری
کرانا اور بحکم مسترشد خلیفہ عباسی خزانہ روضہ مبارک کی غارت اور وہابیوں کے ضریح مقدس توڑنے
میں شرارت اور عبد الوہاب نجدی کے قتل و نہیب میں کوشش اور دیگر اشرار مثل ابراہیم زعفرانی
کی شورش اور امیر تیمور کا وہاں جانا اور علم بیضیا اور ضریح معجزہ خاک شفائے کربلا کا وہاں سے لانا
مع دیگر حالات و واقعات کے روداد مسطور ہے جبکہ احقر العباد سنہ ۱۳۲۴ھ میں اس مکان جنت
نشان کی زیارت سے مشرف ہوا تھا تو جناب مصنف نے میرے روبرو اکثر مواقع پر جا کر و
نیز کتب کثیرہ و معتمدہ سے برسر موقع واقعات اور حالات کو تحقیق فرما کر اس کتاب میں مندرج
فرمایا ہے اسوقت یہ گوہر بے بہا پایا ہے الحق بڑی کوشش فرمائی ہے جب یہ نعمت غیر مترقبہ پائی ہے
میں ضعیف البنیان اسکی مدح کیا کروں گا جبکہ علمائے اعلام عراق مثل جناب شیخ محمد خلف حجۃ الاسلام آقا
شیخ محمد تقی الکاظمینی اور سید ہاشم قزوینی کربلائی اور میرزا محمد مہدی نراقی نجفی اور شیخ غلام حسین
اصفہانی اور شیخ مہدی کربلائی اور شیخ حسین مازندرانی حائری کثر اللہ امثالہم جناب مصنف کی مدح
اور ان جناب کی تصنیفات کی توصیف فرمائیں۔ چنانچہ چند رسائل عربیہ و فارسیہ پر ان جناب کی
تحریرات ان علما کی موجود ہیں۔ جن پر دستخط خاص اور مواہیر ان سب علمار کی ثبت ہیں۔ جناب آقا
صدر سید صدر الدین شیرازی حائری نے جو تحریر فرمایا ہے۔ اس کے بعض فقرات یہ ہیں۔
درین ایام تصنیف جناب قدس نصاب فواضل مآب عالم فاضل جامع کامل آقائی مولوی سید
آل محمد ایدہ اللہ تعالی را ملاحظہ نمودہ گوئے سبقت از ہمگنان ربودہ از اکمل بزرگان و مروجین اخبار
و آثار حضرات معصومین ابرار صلواۃ اللہ علیہم اجمعین گردیدہ۔ اب میں دعا پر اپنی تحریر کو ختم کرتا ہوں
حق تعالے جناب مصنف کو اسکی جزائے خیر دے اور دائم واسطے ترویج شرائع دینی کے قائم رکھے اور مومنین
اس رسالہ سے منتفع ہوں۔ حررہ خادم الطلاب المتمسک باہلبیت النبی و کتاب رب الارباب الراجی

الی رحمۃ ربّ ذو المنن احقر الزائرین السید نفیس حسن صانہ اللہ عن الفتن وسوانح الزمن ابن ممتاز الناس السید علی عباس المرحوم النقوی الامروہوی۔

قطعہ تاریخ از نتائج افکار شاعر خوش بیان شیوا زبان شیریں کلام فصاحت الضمام سید طاہر حسین وفیؔ امروہوی زاد مجدہ

حال ہیں میرے جو اہل فضل و علم ۔۔۔ صاحب تحقیق و ذی جاہ و اریب
ان کا ہے آلِ محمد اسمِ پاک ۔۔۔ نائبانِ احمد ان کے ہیں نقیب
حاجی و زائر وحیدِ دہر ہیں ۔۔۔ ذی جلالت امجد و حبر و نجیب
با تقدس واقفِ علمِ کلام ۔۔۔ متقی و جامع کامل حسیب
عمدہ اِک تاریخ انہوں نے ہے لکھی ۔۔۔ دیکھ کر خوش ہو جسے قلبِ کئیب
کربلا کے حال کی تاریخ ہے ۔۔۔ کیوں نہ ہووے اسکا واصف ہر لبیب
اوّلاً اس کا لکھا جغرافیہ ۔۔۔ ہر صدی کے پھر ہیں احوالِ غریب
چونکہ ہے گلزار جنّت اس کا نام ۔۔۔ اسلئے قرباں ہے اُسیر عندلیب
اہلِ تحقیق اس کے ہیں سب مدح خوان ۔۔۔ داد اس کی دے رہا ہے ہر ادیب
دیکھتا ہے اِس کو جو کہتا ہے یہ ۔۔۔ کیا شرف ان کو ہوا عمدہ نصیب

سالِ تصنیف اس دُرِ نایاب کی
اے وفیؔ لکھ ہے یہ تاریخ عجیب

تمّت

بتوفیق منعمہ مبرّہ

کتبہ العبد المذنب سگِ درگاہِ علیؑ ولی اشرف علی کاشمیری لاہوری